تحقیقی مقالہ برائے ایم۔ ایس۔ اُردو

جلیل عالی کی شاعری میں نعتیہ عناصر کا تجزیاتی مطالعہ

محقق:

نائلہ جیلانی

221-FLL/MSURDU/F17

نگران:

ڈاکٹر سائرہ بتول

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو

International Islamic Univ.
CENTRAL LIBRARY
ISLAMABAD.

شعبہ اُردو

بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

Accession No TH25183

MS
891.439 '008
ن اج

جلیل عالی شاعری ۔ تجزیاتی مطالعہ

اردو ادب ۔

نعتیہ شاعری ۔

بسم الله الرحمن الرحيم

ACCEPTANCE BY THE VIVA VOCE COMMITTEE

Name of the Student: **Naila Jeelani**

Title of the Thesis: جلیل عالی کی شاعری میں نعتیہ عناصر کا تجزیاتی مطالعہ

Registration No: **221-FLL/MSURD/F17**

Accepted by the Department of Urdu, Faculty of Languages & Literature, International Islamic University, Islamabad, in partial fulfillment of the requirements for the Master of Philosophy degree in Urdu.

VIVA VOCE COMMITTEE

Chairperson Viva Committee:

Dr. Humaira Ishfaq
Chairperson Department Of Urdu Female IIUI

External Examiner:

Dr.Zulfiqar Ahsan
Department of Urdu, Asghar Mall College
Islamabad

Internal Examiner:

Dr. Ghulam Farida
Assistant Professor
Department Of Urdu, IIUI,
Islamabad

Supervisor:

Dr. Saira Batool
Assistant Professor
Department Of Urdu, IIUI,
Islamabad

A872022

100 Rupees

۱۰۰ روپیہ

بیان حلفی

منکہ مسماۃ نائلہ جیلانی دختر رانا بخشیش احمد، رجسٹریشن نمبر 221-FLL/MSURDU/F17، حلفیہ بیان دیتی ہوں کہ میں نے اپنا تحقیقی مقالہ:۔

بعنوان: جلیل عالی کی شاعری میں تعتیہ عناصر کا تجزیاتی مطالعہ "ڈاکٹر سائرہ بتول" کی زیر نگرانی اپنی محنت سے تحریر کیا ہے۔ یہ مقالہ سرقے سے پاک ہے اور اس میں تحقیق و تنقید کے اصول ضوابط کو مدنظر رکھا گیا ہے نیز اس سے پہلے یہ کسی جامعہ میں برائے حصول سند پیش نہیں کیا گیا۔ اس میں شامل تمام حوالہ جات کا اسناد موجود ہے اور میں اس مقالے تمام نتائج و تحقیق کی ذمہ دار ہوں۔

مندرجہ بالا بیان میرے علم و یقین کے مطابق درست و صحیح ہے اور کوئی امر مخفی یا پوشیدہ نہ رکھا گیا ہے۔

المرقوم 25-08-2021

المحلفہ

نائلہ جیلانی دختر رانا بخشیش احمد

شناختی کارڈ نمبر 37405-8352603-0

ATTESTED
ASAD ABBAS JAFRI
NOTARY PUBLIC
ISLAMABAD

گواہ شد ------------

سعدیہ بتول

الجامعة الإسلامية العالمية

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

شعبۂ اردو

تصدیق نامہ

تصدیق کی جاتی ہے کہ نائلہ جیلانی رجسٹریشن نمبر 221-FLL/MSURDU/F17 نے ایم۔ ایس۔ اُردو کی ڈگری کی تکمیل کے لیے تحقیقی مقالہ بعنوان **"جلیل عالی کی شاعری میں نعتیہ عناصر کا تجزیاتی مطالعہ"** میری نگرانی میں رقم کیا ہے۔ میں تصدیق کرتی ہوں کہ اس موضوع پر اس سے پہلے کہیں کام نہیں ہوا اور یہ کام سرقے سے پاک ہے۔

نگران: ڈاکٹر سائرہ بتول

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو

پیش لفظ

سب سے پہلے رب دوجہاں، مالک کل، دنیاو آخرت کے بادشاہ اللہ رب العزت کی شکر گزار ہوں جس کی دی گئی طاقت، ہمت، بے پناہ عنایتوں اور رحمت کی بدولت میں یہ کام تکمیل تک پہنچا سکی۔ خوش بخت ہوتے ہیں وہ افراد جنھیں اللہ رب العزت کی ذات علم و معرفت کے میدان کی لذتوں کو سمیٹنے والا بنا دیتا ہے۔ اور اس کے ساتھ نیک عمل اور اصلاح عامہ کے لئے منتخب کرلے۔ علم اور تحقیق چاہے کسی بھی دائرہ زندگی سے تعلق رکھتی ہو اس کے حصول کے لئے ایک بڑی تعداد کوشاں رہتی ہے۔ مگر علم کی بامقصد تفہیم اور اصلاح عامہ کی ترویج کسی کسی کے حصے میں آتی ہے۔ اصلاح عامہ پیغمبرانہ عمل ہے۔ اس عمل کی تقلید میرے لئے باعث سعادت ہے۔ تحقیق کا میدان اپنے اندر بڑی وسعت رکھتا ہے۔ میرے حصے میں آنے والی تحقیق نے نہ صرف میری افکار کو صحیح سمت عطا کی بلکہ میری نبیؐ سے جڑی قلبی وابستگی کی پختگی کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

اُردو زبان میں مہارت، ذخیرہ الفاظ، اور لسانی باریکیوں سے آشنائی کی طلب نے مجھے اُردو زبان سے قریب کیا۔ سکول کے زمانے سے اُردو شاعری سے اُنسیت میری ذات کا حصہ رہی ہے۔ جب کبھی بھی موقع ملا اُردو ادب سے تعلق استوار کرنے کا اپنی سی ادنیٰ کوشش ضرور کی۔ کتاب پڑھنے اور لکھنے کی حسرت مجھے آج اس موڑ پر لے آئی ہے کہ بحیثیت محققہ اُردو ادب میں اپنی خدمت پیش کروں اور اُردو ادب کے میدان میں خود کو ثابت کر سکوں۔ بلاشبہ ثابت کرنے کا یہ عمل آسان نہیں۔ زندگی سے جڑے تلخ اور پیچیدہ حالات ہمیشہ راہ میں خلل کا باعث بنتے ہیں۔ مگر میں آج اس بات کا اقرار کرتی ہوں کہ نیت میں اخلاص، مستقل مزاجی اور ارادوں کی پختگی کامیابی سے ضرور ہمکنار کرتی ہے۔

اس تحقیقی مقالے کی تکمیل میری زندگی کا اہم مقصد ہے۔ جس کی بڑی وجہ اُردو ادب اور بالخصوص اُردو شاعری سے میری دلچسپی ہے۔ شاعری کے میدان ہر موضوع پر تحقیق ملتی ہے۔ نعتیہ شاعری میں تحقیق سعادت کا باعث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نعتیہ شاعری کے حوالے سے نہ صرف شعرا کی خدمات ملتی ہیں بلکہ ادباء، تنقید نگار اور محققین اس موضوع کو بارہا زیر بحث لائے ہیں۔

زیر نظر تحقیقی مقالہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ ماسوا پہلے باب کے تمام ابواب میں جلیل عالی کی ذات پر موجود اسلامی، تہذیبی افکار اور اسلامی آثار ہیں جو اُن کی تمام شاعری میں کسی نہ کسی صورت پر رونما ہوتے ہیں

باب اوّل "جلیل عالی کا تعارف اور نعتیہ شاعری کی روایت" کے بارے میں ہے۔ اس میں جلیل عالی کی شخصیت کا تعارف اُن کے تخلیقی فن پاروں کا تعارف اور مختلف ادباء اور محققین کی آرا کو شامل کیا گیا ہے۔ اسی باب

کا دوسرا حصہ نعتیہ شاعری کی روایت پر مشتمل ہے۔ اس حصے کی تقسیم میں عناصر کی فکری تفریق کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ جو کہ نعتیہ روایت اور نعتیہ عناصر کی جامع وضاحت ہے۔

باب دوم "جلیل عالی کی غزلوں میں نعتیہ عناصر" کے بارے میں ہے۔ اس باب میں غزل کی ہیئت میں کہی جانے والی شاعری میں نعتیہ عناصر کا ذکر ملتا ہے۔ نعتیہ غزل میں عناصر کی نشاندہی نہیں کی گئی۔ جلیل عالی کی تمام غزلوں میں موجود اُن عناصر کا بیان ہے جو شعوری اور لاشعوری جلیل عالی کی اسلامی افکار کا عکس ہیں مزید براں ان نعتیہ عناصر کی تقسیم راست اور براہ راست نعتیہ عناصر کی صورت کی گئی ہے۔

باب سوم "جلیل عالی کی نظم میں نعتیہ عناصر" کے متعلق ہے۔ نظم کی ہیئت میں کی جانے والی شاعری میں نعتیہ راست اور براہ راست عناصر کی تلاش کی گئی ہے۔

باب چہارم "نور نہایا رستہ اور جلیل عالی کی نعتیہ شاعری کا تجزیہ" کے بارے میں ہے۔ اس باب کے ابتدا میں جلیل عالی کے شعری مجموعے "نور نہایا رستہ" کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ اور اس کے بعد غزل کی ہیئت میں لکھی جانے والی نعتوں، نظمیہ نعتوں کا تجزیہ کیا گیا ہے۔

میرا یہ مقالہ اُردو کی نعتیہ شاعری میں روایت کی بازیافت کے ساتھ ساتھ ماضی کے شعرا کے ذہنی رجحان کا تجزیہ اور نعتیہ عناصر کی وسعت پر روشنی ڈالتے ہوئے ثابت کرتا ہے نعتیہ شاعری ایک وسیع سمندر ہے۔ ضروری نہیں کہ نعت کو بطور صنف چند عناصر تک مقید کر دیا جائے بلکہ اس کے حدود کا تعین نہیں کیا جا سکتا کیونکہ نعت آفاقی موضوع ہے۔

انتخاب موضوع کے حوالے سے میں اپنی نگران محترمہ سائرہ بتول کی بے حد مشکور ہوں جنھوں نے تحقیقی کام کے حوالے سے میری ہر موڑ پر مدد کی۔ انھوں نے نہ صرف ایک شفیق استاد کی طرح میری موضوع کے انتخاب میں مدد کی بلکہ جتنی دلچسپی اور حوصلہ افزائی فرمائی وہ میرے لیے کسی سرمائے سے کم نہیں ہے۔ میری نگراں کی دی ہوئی ہمت انشااللہ مستقبل میں میرے تعلیمی سفر میں زادہ رہ کا کام دے گی۔

میں محترم جلیل عالی صاحب کی بے حد شکر گزار ہوں جنھوں نے مواد کی فراہمی میں میری بھرپور مدد کی۔ اگر اُن کی مدد اور قدم قدم پر رہنمائی اور تعاون نہ ہوتا تو مجھے اس مقالے کی فکری باریکیوں کو سمجھنے میں مشکل ہوتی۔ مواد کا حصول ایک مشکل عمل ہے اور میں اس حوالے سے بہت خوش نصیب رہی ہوں جلیل عالیؔ صاحب کی مدد کے ذریعے علمی، ادبی اور تحقیقی مواد میرے مطالعے کا حصہ رہا ہے۔

میں اپنے والدین کی شکر گزار ہوں کہ ان سے سیکھا ہوا سبق ہمیشہ میری راہنمائی کرتا رہا ہے۔ کیونکہ والدین کی شفقت محبت اور راہنمائی زندگی کی کٹھن راہ میں بیک وقت حوصلہ اور محبت کا کام کرتی رہی ہے۔ میں تو

صرف یہ جانتی ہوں حصول علم کے سفر میں تھک کر جب بھی قدم گھر رکھا والدین کی ستائش بھری نظروں کی چمک نے پھر سے اسی راہ کا مسافر بنادیا۔

علم کے حصول کا شوق اور علم کے میدان میں زینہ بہ زینہ ترقی کی طلب مجھے آگے داخلہ لینے پر اکساتی رہی ہے۔ تعلیم کے حصول کی رغبت اور حقیقتوں سے آشنائی میری اند کی پیاس کو بجھاتی ہے اس نے مجھے ایم۔اے سے ایم۔فل کرنے پر مجبور کیا خدا سے دعا گو ہوں کہ میری یہ طلب کبھی ختم نہ ہو اور ربِ دو جہاں مجھے اس قابل بنادے کہ اردو ادب میں پی۔ایچ۔ڈی کر سکوں۔

مقالے کی تکمیل کے سلسلے میں اُن تمام افراد کا معذرت کے ساتھ شکریہ خلوص دل سے ادا کرتی ہوں جنھوں نے میری غیر موجودگی میں مجھ سے جڑے تمام افراد کا خیاال کیا خاص طور پر میرے فرزند سالار احمد کا۔ اپنے دوست، ہم راز، ہم سفر اور ہر دلعزیز شریک حیات چودھری وقاص کی بہت مشکور ہوں کہ انھوں میرا ساتھ دیا۔ جن کی عاجزی اور انکساری کی میں ہمیشہ گرویدہ رہی ہوں ۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ والد کے بعد وہ میرے لیے گھنے سائباں کی مانند ہیں۔

پر خلوص دوست انمول، قیمتی اور خاص رشتہ ہے۔ خوش قسمت ہے وہ انسان جسے سچا دوست راہنمائی کے لیے مل جائے۔ تحقیقی تگ دو میں اپنی سہیلی سعدیہ بتول کی دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں ۔ جہاں خود کو علمی میدان میں کمزور محسوس کیا اُسی کی ذہانت اور افکار نے میری ہمت بڑھائی۔ میرا یہ خیال ہے کہ موجودہ تقاضوں کی ضرورتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے جدید طرز تعلیم اور تدریسی طریقہ کی فنی خوبیاں بھی شخصیت کا حصہ ہونی چاہیے۔ اسی لیے میں نے اپنا تحقیقی مقالہ خود ٹائپ کرنے کا فیصلہ کیا۔ میں اپنی دوست سعدیہ کی دل کی اتاگہرائیوں سے شکر گزار ہوں کہ اس سلسلے میں اُس نے میری مدد کی۔ میرا یہ اایمان ہے کہ نیکی کبھی رایگاں نہیں جاتی۔ اللہ سے دعا گو ہوں کہ رب اس کی ہر موڑ پر مشکل آسان کرے۔

اس مقالے کی کوتاہیوں کی اور لغزشوں کی میں خود ذمہ دار ہوں۔ اس بات کی اُمید کرتی ہوں کہ میرا یہ مقالہ نہ صرف مستقبل کے محققین کے لئے سود مند ہو۔ یہ مقالہ شعبہ اردو کی اور اسلامی یونی ورسٹی کی توقیر کا باعث بنے

آمین!

نائلہ جیلانی

جولائی ۲۰۲۱ء

فہرست موضوعات

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	پیش لفظ	
ا۔	باب اوّل:	
	ا۔ جلیل عالی اور نعتیہ روایت	
	ا۔ا: جلیل عالی کا تعارف	1
	۲۔ا: اردو شاعری کی نعتیہ روایت	9
	۳۔ا: اُردو ادب اور نعتیہ شاعری کے عناصر	36
۲۔	باب دوم:	
	۲۔ جلیل عالی کی غزل میں نعتیہ عناصر	43
	ا۔۲: بلاواسطہ (راست) نعتیہ عناصر	46
	۲۔۲: بالواسطہ (براہ راست) نعتیہ عناصر	56
	۳۔۲: غزل کی ہیئت میں جلیل عالی کی نعت گوئی	68
۳۔	باب سوم:	
	۳۔ جلیل عالی کی نظم میں نعتیہ عناصر	77
	ا۔۳: بلاواسطہ (راست) نعتیہ عناصر	82
	۲۔۳: بالواسطہ (براہ راست) نعتیہ عناصر	87
	۳۔۳: نظم کی ہیئت میں جلیل عالی کی نعت گوئی	95
۴۔	باب چہارم:	
	نور نہا یا رستہ: تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ	103
	ا۔۴: نعتیہ غزلوں کا تجزیاتی مطالعہ	110

ماحصل

کتابیات

بابِ اوّل:

جلیل عالی اور نعتیہ روایت

تعارف:

جلیل عالی امرتسر کے ایک گاؤں "ویرو" کے مقام پر ۱۲ مئی بروز ہفتہ ۱۹۴۵ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام حاجی فتح محمد ہے۔ آپ کا اصل نام محمد جمیل جبکہ اردو ادب میں شہرت پانے والا نام جلیل عالی ہے۔ کاشتکاری آپ کا خاندانی پیشہ تھا۔ جلیل عالی نے کوٹ رادھا کشن کے گورنمنٹ سکول سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۶۱ء میں سیکنڈ ڈویژن میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ریلوے روڈ میں موجود اسلامیہ کالج میں فرسٹ ایئر میں داخلہ لیا۔ فرسٹ ایئر میں آپ نے معاشیات، نفسیات، منطق کو بطور اختیاری مضامین منتخب کیا۔ تعلیم میں عدم سنجیدگی کی وجہ سے آپ نے تھرڈ ڈویژن میں ۱۹۶۳ء میں امتحان پاس کیا۔ ایم۔اے۔او کالج سے بی۔اے کیا۔ فوراً بعد اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی شعبہ اردو میں داخل ہوئے۔ آپ نے ایم۔اے اردو کا امتحان سیکنڈ ڈویژن میں پاس کیا۔ سوشیالوجی کا امتحان درجہ دوم میں پاس کیا۔ تعلیمی سلسلہ ختم ہونے کے بعد زرِ معاش کی فکر لاحق ہوئی اور جلد ملازمت کی تلاش شروع کر دی۔ اس سلسلے میں اپنے دوست اسلم کمال کی وساطت سے اردو ڈائجسٹ کے دفتر ملازمت کے حصول کے لیے گئے۔ مہماتی مضمون کا ترجمہ پسند آجانے پر ڈائریکٹر اعجاز قریشی نے ملازمت دی۔ جلیل عالی بطور پروفیسر اپنی تعلیمی خدمات پیش کرنے کے ہمیشہ خواہش مند تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی خواہش پوری کی۔ ۲۹ دسمبر ۱۹۷۰ء کو بطور لیکچرار سی بی کالج طلباواہ کینٹ میں ملازمت کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کا تبادلہ ۱۹۷۹ء میں ایف جی کالج مال روڈ راولپنڈی ہو گیا۔ اسی کالج میں ملازمت کے دوران آپ اردو کالج میگزین، بزمِ ادب اور سٹاف سیکرٹری کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ایف۔ جی سرسید کالج میں آپ کو بزمِ ادب کا انچارج بنایا گیا۔ رشید امجد کی ریٹائرمنٹ کے بعد جلیل عالی کو اسی کالج کا صدر شعبہ اردو کا عہدہ دیا گیا اور کالج میگزین کے انچارج بھی رہے۔ ۱۰ مارچ ۲۰۰۴ء میں ملازمت سے ریٹائرمنٹ لے لی۔

ابتدا میں جلیل عالی کو افسانے انشائیے لکھنے کا شغف پیدا ہوا۔ لہٰذا آپ نے اس شوق کی بنیاد پر بہت سے افسانے تحریر کیے جو آپ کی نثری دلچسپی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ کا افسانہ "اور مطلع صاف ہو چکا تھا" کے نام سے کالج میگزین کریسنٹ میں چھپا۔ اس نثری سلسلے کو کچھ عرصہ رواں رکھنے کے بعد آپ کی طبیعت کا مرکزی رجحان غالب آگیا اور آپ نے نثری سلسلے کی بجائے شعری انداز و بیان کا راستہ اختیار کیا۔ یہی وجہ ہے کہ جلیل عالی نے اپنی خداداد صلاحیتوں کا شعور رکھتے ہوئے سب سے پہلے غزل پر اپنی توجہ مبذول کی۔ تعلیمی سفر کے دوران ادبی خدمات کا

سلسلہ بڑھتا چلا گیا۔ بی۔اے فائنل ایئر میں جلیل عالی کو کالج میگزین "شفق" کا طالب علم مدیر کا عہدہ ملا۔ اس دوران "شفق" میں آپ کو اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھانے کا موقع ملا۔ کالج میگزین میں آپ کی غزلیں اور نظمیں "ناواقف ہستی" کے نام سے چھپیں۔ جلیل عالی نے جب ایم۔اے اردو میں داخلہ لیا تو ۱۹۶۵ کی جنگ ملکی خلفشار، بدامنی اپنے قدم جمانے کے لیے تیار کھڑی تھی مگر حالات کیسی ہی صورت حال سے دوچار ہوں ایک شاعر کی عمیق فکر کے دائرے سے قطع نظر نہیں ہو سکتے۔ اس عہد میں شاعروں اور ادیبوں نے اپنی استطاعت کے مطابق ملکی اور قومی حمایت کو برقرار رکھا۔ اس سلسلے میں جلیل عالی نے اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھاتے ہوئے قومی ترانے لکھے اور وحید قریشی کو دکھائے جنھوں نے آپ کو حوصلہ افزائی بھی کی۔ ایم۔اے میں آپ نے "زندگی" کے نام سے نظم لکھی جو کہ مثنوی کے انداز میں لکھی گئی جس کا انداز اور اسلوب بیان اقبال اور جوش کے انداز کا عکس ہے۔ آپ نے گورنمنٹ کالج جہلم میں بین الکلیاتی مشاعرہ میں حصہ لیا۔ آپ کی لکھی ہوئی غزل کو دوسرا انعام ملا۔ اس کے مشہور اشعار درج ذیل ہیں:

زندگی شہروں کی رونق، زندگی مشکل کی خاک
زندگی ہے عشق لیلیٰ، زندگی دامان چاک
زندگی کیا ہے؟ فقط مجموعہ اضداد ہے
زندگی جو انتہاؤں کا جہاں آباد ہے[1]

آپ پنجاب یونیورسٹی میگزین "محور" کے مدیر تھے۔ اس دور میں آپ ایم۔اے سوشیالوجی کے طالب علم تھے۔ آپ نے شعبہ صحافت کے طالب علم محمد یونس بطور مدیر اور شاعر کا تفصیلی انٹرویو لیا۔ یہ انٹرویو لاہور کے روزنامہ "نوائے وقت" میں شائع ہوا۔ اسی دوران آپ کو پنجاب یونیورسٹی کے شعبے کی سمپوزیم کمیٹی کا چیئرمین بھی بنایا گیا۔ احمد ندیم قاسمی نے اپنے رسالے "فنون" کی تاریخی دستاویز غزل نمبر ترتیب دیا۔ اُنھوں نے جلیل عالی کو دس غزلیں لکھنے کو کہا "۱۹۶۹" میں جلیل عالی کی دس غزلیں "فنون" میں شائع ہوئیں۔ اپنے عہد کے بڑے ادبی رسالے میں اتنی غزلوں کا منظر عام پر آجانا آپ کے لیے تحسین اور اعزاز کا باعث تھا۔ جلیل عالی نے اپنا کلام اپنے دوست اسلم کمال کے توسط سے مجیب شامی کے سیاسی پرچے "زندگی" میں چھپوایا۔

اردو شاعری نے ابتدا سے حال تک ایک معیاری اور ارتقائی سفر طے کیا ہے۔ اردو شعری سفر میں جہاں ہر عہد کے شعراء نے اپنی شعری ادبی خدمات کو پرخلوص، پراعتماد، جذباتی لگاؤ کے ساتھ انجام دی ہیں۔ اسی طرح شعراء کے اس سمندر میں ایک نام جلیل عالی کا بھی ہے جنھوں نے اپنے کام، شعری خدمات کے جوہر دکھائے ہیں۔ ان کے بارے احمد ندیم قاسمی کچھ ایسے اظہارِ خیال کرتے ہیں۔

حقیقت سے تصور تک جلیل عالی کا یہ سفر اپنی ذات کی شناخت کا سفر ہے۔ مگر اپنی پہچان کا یہ عمل عالی کو کسی مرحلے پر شکست خوردہ نہیں کر سکا ورنہ ذات کے مقام و مفہوم کی یہ جستجو اس نسل کے کتنے ہی ذہین نوجوانوں کو بے معنویت، لایعنیت اور انفعالیت کے غاروں میں اتار لے گئی اور وہ اسی بھول بھلیاں میں بھٹکتے رہ گئے۔ جلیل عالی نے ذات کو ہمیشہ کائنات کے تناظر میں پرکھا ہے۔[۲]

جلیل عالی کی شعری شناخت کے حوالے سے نوازش علی مجلہ "فنون" لاہور میں لکھتے ہیں:

جدید غزل گو شعرا میں جلیل عالی ایک ایسا توانا، زندہ، اور تخلیقی جوہر رکھنے والا شاعر نظر آتا ہے۔ جن کے ہاں زندگی اپنا ایک الگ مثبت مفہوم رکھتی ہے۔ زندگی کے انتشار میں اثبات کی تلاش اور کشید اُس کی شاعری کا ایسا مرکزی جذبہ ہے۔ جو اُس کے ہم عصر جدید شعرا کے ہاں خال خال ہی اپنی موجودگی کا احساس دلاتا ہے۔[۳]

شاعری کے میدان میں اُن کے تخلیقی فن پاروں میں خواب دریچہ ۱۹۸۵ء، شوق ستارہ ۱۹۹۸ء، عرض ہنر کے آگے ۲۰۰۷ء، نور نہایا رستہ ۲۰۱۸ء اور لفظ مختصر سے مرے ۲۰۱۵ء اہم ہیں۔

جلیل عالی بحیثیت غزل نگار:

غزل گوئی میں جلیل عالی کا نام ہم عصروں سے مختلف ہے۔ اُن کی سوچ اور افکار پر قدم قدم پر تدبر اور حکمت کا پہرا ہے۔ جلیل عالی اپنے گردوپیش کا باخوبی مشاہدہ رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عالی کی شاعری میں متنوع موضوعات کا اظہار ملتا ہے۔ ان کی غزل کے اندر تخلیقی امکانات روشن ہیں۔ اپنی شاعری کے ذریعے آفاق کی بلندیوں کو چھونے کی حسرت رکھتے ہیں۔ آگے بڑھنے اور بلندیوں کی جستجو نے ان کو اپنی منزل کی شناخت اور اُس کے حصول کی رغبت دلائی ہے۔ غزل میں ان کا فکری ارتقا اُن کے کلام کی انفرادیت کا ثبوت ہے۔ ان کی غزل کے حوالے سے پروفیسر نجمی صدیقی اظہار خیال کرتے ہیں کہ:

ان کی غزل میں مزید تخلیقی امکانات روشن نظر آتے ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ جلیل عالی کی غزل اپنے مخصوص ذائقے کے ساتھ مسلسل آگے کی منازل طے کرتی نئے آفاق کو چھو لینے کی ایسی خواہش ہے جس کی تسکین شعرا کو بر خود غلط بنا کر فراموشی کے اندھے غار میں دھکیل دیتی ہے۔ عالی منفرد دکشن کے شاعر ہیں۔ یہ دونوں پہلوان کی انفرادیت کو اُجاگر کرتی ہے۔ ان کے موضوعات زندگی کے ہر شعبے سے متعلق ہیں۔[۴]

جلیل عالی نے اپنی شاعری میں لسانی سطح پر بہت سے تجربات کیے۔ ان کے لسانی اجتہاد کو دلچسپی اور تحسین کی

نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ان کی غزلیہ شاعری میں اضافت اور حروف اضافت کو ترک کرنا اور مصادر و افعال تخلیق کرنے کی روش ان کے ہاں پائی جاتی ہے۔ان کے اس اجتہاد کے بارے میں بہت سے نقاد نے مختلف آراء پیش کیں۔اس سلسلے میں احمد جاوید یوں رقم طراز ہیں:

> عالی کی پہلی شناخت تو وہ لسانی اجتہاد ہے جسے نقاد نے ہمیشہ دلچسپی کی نگاہ سے دیکھا اور تحسین بھی کی ہے۔اضافت اور حروف اضافت کو ترک کرنا اور حسب ضرورت مصادر و افعال تخلیق کرنا عالی کا مرغوب طریق کار ہے۔۔۔۔۔۔یہ عمل ان کے ہاں اپنے مخصوص تشخص کو تلاش کرنے کا عمل ہے۔[۵]

غزل کے انداز میں جلیل عالی زندگی کے تجربات کو تشبیہات، استعاروں اور علامتوں کی صورت میں بیان کرتے نظر آتے ہیں جو اُن کی ذہنی کیفیات اور قلبی واردات کا عملی نمونہ ہے۔ان کی شاعری میں شوق، سوچ کے الفاظ سے مختلف تراکیب کا استعمال کرتے ہیں جو اُن کے تمام فکری زاویوں کو قاری کے سامنے آئینے کی صورت لا کھڑا کرتی ہیں۔عالی کا انداز ذہنی اور تجرباتی ہم آہنگی کی تائید ہے۔عالی ذہنی کیفیت کو شعری صورت میں منتقل کرتے ہیں۔عالی کی غزل کے حوالے سے جیلانی کامران اپنے مضمون "پس الفاظ" میں کہتے ہیں کہ:

> جلیل عالی کی غزل کا ایک خاص انداز، ذہن اور تجربات کی ہم آہنگی سے پیدا ہوتا ہے۔ذہن سوال مرتب کرتا ہے اور آنکھیں سوال کا جواب تلاش کرتی ہیں۔جلیل عالی ایسی آنکھوں کو سوال آنکھیں قرار دے کر ذہنی کیفیات کو ایک نمایاں شعری صورت دیتے ہیں۔[۶]

ان کی غزل میں استعمال، تراکیب اور علامات ان کے ذہنی سفر کا مکمل احاطہ کرتی ہیں۔"شوق" کا تعلق انسان کے باطن سے ہے مگر جلیل عالی کی غزل میں "شوق" لفظ سے عجیب صورتیں آشکار ہوئیں جیسے شوق طغیانیاں، شوق جزیرے، شوق سمندر، شوق رستے، شوق ستارہ، شوق تتلی اور شوق باغ۔یہ تمام تراکیب عالی کی فکری اور عملی تجربات کا حاصل ہیں۔تبھی ہر ترکیب اپنا ایک مفہوم اور زندگی سے مربوط حالات کی تشریح رکھتی ہے۔اس کے علاوہ "سوچ" کے لفظ کے اندر چھپی معنی کی ترسیل مخصوص فلسفیانہ بنیادوں تک محدود نہیں ہے بلکہ لفظ سوچ سے بنائی ہوئی تراکیب عالی کے ذہن اور حقیقی زندگی کی فکری رویوں کی کڑی ہے۔اس سلسلے میں جیلانی کامران لکھتے ہیں کہ:

> سوچ کا ذہنی سفر، سوچ سفر، سوچ فکر، سوچ بھنور، سوچ میلان، سوچ انائیں، سوچ تصویریں اور سوچ محاذ سے گزرتا دکھائی دیتا ہے۔۔۔۔۔اور خواب ستارہ کی تراکیب بھی ذہنی اور طبعی جغرافیے کے درمیان متعدد رشتے قائم کرتی نظر آتی ہیں۔[۷]

اسی طرح جلیل عالی کی غزل میں "شوق" کے لفظ کو عشق کے متبادل کے طور پر لیا ہے۔اس لفظ کے ذریعے وہ اپنے نظریے اور فکر کو ترتیب دیتا ہے۔عالی مختلف الفاظ کے بار بار استعمال سے اپنی نظریاتی وابستگیوں کا اظہار کرتے ہیں۔بقول احمد جاوید:

عالی نے شوق کے لفظ کو عشق کے متبادل کے طور پر تو لیا ہی ہے۔ زیادہ اہم بات یہ ہے کہ وہ اس کی مدد سے اپنے نظریے اور فکر کی بھی تشکیل کرتا ہے۔[۸]

جلیل عالی بحیثیت نظم نگار:

نظم ایک ایسی صنف سخن ہے جس میں کسی بھی ایک خیال کو متواتر بیان کیا جاتا ہے۔ نظم میں موضوع اور ہیئت کی کوئی پابندی نہیں ہوتی۔ شعرانے غزل کے ساتھ ساتھ نظم میں بھی اپنی داخلی اور خارجی کیفیات، احساسات اور تصورات کو سمیٹا ہے۔ جلیل عالی بیک وقت غزل گو اور نظم نگار شاعر ہیں۔ ان کے مجموعوں میں غزلوں کے علاوہ نظمیں بھی شامل ہیں۔ جلیل عالی نے نظم کو مختلف ہیئتوں یعنی آزاد نظم، پابند نظم، معریٰ نظم کے تجربات کیے جو فکری اور فنی اعتبار سے قابل ستائش ہیں۔ جلیل عالی کی نظم نگاری کے حوالے آفتاب شمیم لکھتے ہیں:

> جلیل عالی جیسے اہم اور سراسر غزل گو کے زیرِ نظر مجموعے میں کم و بیش ۲۵ نظموں کا در آنا یقیناً ایک جواز رکھتا ہے۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ ان نظموں کا ایک جداگانہ اسلوب ہے۔ ان نظموں میں ایک خیال ایک احساس یا ایک گہری فکر کو نہایت کفایت کے ساتھ ایک سانس میں کہہ ڈالنے کی اچھوتی روش اختیار کی گئی ہے۔[۹]

جلیل عالی کی نظم نگاری خود ساختہ کاوش نہیں ہے بلکہ اُن کی نظم کے اسلوب اور فکری موضوعات سے اس بات کا احتمال ضرور ہوتا ہے۔ جلیل عالی کی شاعری میں نظم کا ایک خاص معیار ہے۔ نظم برائے نظم نہیں کہتے بلکہ ہر نظم کے پس پشت کوئی نہ کوئی مقصد ہے۔ اسلوب کی رعنائی اور سلیقہ مندی اُن کی نظم کی پختگی کی دلیل ہے۔ اس بات کا اظہار خاور اعجاز اپنے مضمون "جلیل عالی شخص و شاعر" میں کرتے ہیں:

> جلیل عالی باقاعدہ نظم نگار نہیں ہیں لیکن ان کی ہر نظم میں کوئی نہ کوئی جواز موجود ہے یعنی نظم بنانے کے شوق میں نظم نہیں کہتے بلکہ نظم خود کو ان سے کہلواتی ہے۔[۱۰]

ان کی نظمیہ شاعری کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات پورے یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ ان کی نظموں میں خیال یا فکر باہم نہایت خوب صورت انداز میں ملتے ہیں۔ اگر یوں کہا جائے کہ جلیل عالی کی نظمیہ شاعری روایت اور جدت کی باہم آمیزش ہے میرے خیال میں کچھ غلط نہیں ہوگا۔ اِن کے ہاں فنکارانہ حسن، ہنر مندی اور تراکیب کی جدت اُنھیں اپنے عہد کے شعرا میں ممتاز کرتی ہے۔ علیم ناصر ان کی ترکیب سازی کے انداز کے بارے میں لکھتے ہیں:

> اس نے تراکیب میں جدت استعمال کی ہے اسے حضرت احمد ندیم قاسمی نے اجتہاد کیا ہے مگر میرا خیال ہے کہ یہ اجتہاد نہیں ہے "رجعت" ہے۔[۱۱]

حقیقت یہی ہے کہ عالی صاحب نے جہاں فارسی تراکیب کا استعمال کیا ہے وہاں انھوں نے ہندی انداز ترکیب استعمال کیا ہے جیسے کہ مثال کے طور پر کشتیِ جان کو جان کشتی، طغیانی شوق کو شوقِ طغیانی، شجرِ شوق کو شوق شجر وغیرہ

استعمال کیا ہے۔ یہ طریقہ جلیل عالی نے ایجاد نہیں کیا ہے اگر ہندی شاعری کی تاریخ کو دیکھا جائے تو یہ طریقہ پہلے سے موجود تھا۔ عالی نے اردو میں اسی طریق کی پیروی کی ہے۔ اسی بات کو علیم صاحب اجتہاد نہیں رجعت کہتے ہیں۔

۱۔خواب دریچہ ۱۹۸۵ء:

اس شعری تصنیف کا سن اشاعت ۱۹۸۵ء ہے۔ جلیل عالی کی غزلوں کا پہلا مجموعہ "خواب دریچہ" ہے۔اس کا پیش گفتار احمد ندیم قاسمی نے رقم کیا ہے۔ خواب دریچہ کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عالی بالکل منفرد اور مثبت رویوں کا بااعتماد شاعر ہے۔ فکری اور علمی بنیادوں میں وہ اپنے ہم عصر شعرا سے آگے بڑھتے نظر آتے ہیں۔ معیاری اور اچھی غزل کے گرویدہ قارئین کے لیے "خواب دریچہ "ایک اچھا شعری مجموعہ ہے۔اس کے اندر شعری توازن نظر آتا ہے۔"خواب دریچہ" میں جلیل عالی کی غزل کے اسلوب کا اگر جائزہ لیا جائے تو ہر صورت میں ان کا منفرد انداز، آواز اور شناخت سے ملتا جلتا ہے۔ان کے اسلوب کے انداز میں ٹھہراؤ ہے جو فوری اور ادھار اثر نہیں رکھتا بلکہ آہستہ آہستہ روح و جاں پر اثر کرتا ہے۔ اس شعری مجموعے میں ابتدائی دو حمدیہ نظموں کے بعد ساری کتاب غزلیات پر مشتمل ہے۔ان کی غزلیہ شاعری کے حوالے سے سرور کامراں اپنے ایک مضمون "خواب دریچہ اور عہد حاضر "جو کہ مجلہ "ادبیات" میں شائع ہوا لکھتے ہیں:

> عالی کی غزل میں شاید ہی کوئی کمزور شعر نظر آئے۔اس کی شاعری شعری توازن کی ایک بہترین مثال ہے۔[۱۲]

اسی طرح انور مسعود اپنے ایک مضمون "جلیل عالی کا خواب دریچہ" جو کہ مجلہ "تقریب" میں شائع ہوا اُن کی غزل کے بارے میں لکھتے ہیں:

> عالی کی غزل کا اسلوب اظہار، طرز احساس اور صوت وصدا کے اعتبار سے منفرد آواز ہے جو الگ پہچانی جاتی ہے۔وہ ایک نیا انداز تغزل لیکر آیا ہے۔ جس میں نرمی بھی ہے اور دل کی گرمی بھی، اسکی غزل تیز بارشوں جیسی نہیں جو محض ایک لمحاتی جل تھل پیدا کر دیتی ہیں بلکہ تہوں میں اتر جانے والی رِم جھم کی طرح ہے۔[۱۳]

۲۔شوق ستارہ ۱۹۸۸ء:

یہ شعری تصنیف کا سن اشاعت ۱۹۹۸ء ہے۔یہ غزلیات اور نظموں پر مشتمل ہے۔اس میں کل ۲۹ نظمیں اور ۵۱ غزلیات شامل ہیں۔ ان کے اس شعری مجموعے میں موجود ہر شعر اور نظم تفسیر کی طالب ہے۔ان کا شعری مجموعہ مشاہدات، افکار اور متنوع موضوعات کا اچھوتا انداز ہے۔ عالی کی تخلیقات، اُن کے افکار کا اچھوتا رنگ لیے

قرطاس پر نظر آتی ہیں۔ عالی مشاہدات کو کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ دوسروں کو گہرے مشاہدات کی دعوت دیتے ہیں۔ دقیق نظریہ فکر رکھنا ایسے ہی شعراء کی صلاحیت ہے جو محسوسات اور ذاتی وسیع مشاہدہ و مطالعہ رکھتا ہو۔ بقول ڈاکٹر یونس شیخ: ۔اس شعری مجموعے کے حوالے سے ڈاکٹر یونس شیخ اپنے مضمون "شوق ستارہ" جو کہ ماہنامہ نیرنگ خیال" میں لکھتے ہیں:

> ان شعری تخلیقات کی سب سے بڑی خوبی شاعر کا انفرادی زاویہ مشاہدات و واردات ہے۔ جو ان تخلیقات کو ایک منفرد رنگ عطا کرتا ہے۔ جہاں سے اُسے
> میں نے دیکھا
> تم بھی
> وہاں کھڑے ہو کر دیکھو
> تو کچھ ایسے اسرار کھلنے لگیں گے
> یہ گہرے محسوسات وسیع مشاہدہ اور ذاتی SUFFERINGS کے حوالے سے ایسا فاضلانہ زاویہ ہے کہ عالی دوسروں کو وہاں کھڑے ہو کر دنیا کو دیکھنے کی دعوت دیتا ہے۔[۱۴]

جلیل عالی کی شاعری میں روایت سے جڑے رہنے کا احساس ملتا ہے مگر وہ شاعری کے میدان میں اُن کے ہاں روایت کا تصور شعوری طور پر ملتا ہے۔ غور و فکر کے دریچوں کو ہمہ وقت کھولے رکھتے ہیں۔ فکری اور علمی میدان ہو یا لسانی میدان روایت کے ساتھ جدت کے قائل بھی ہیں۔ ان کے بارے میں ڈاکٹر رشید امجد اپنے مضمون شوق ستارہ میں لکھتے ہیں کہ:

> جلیل عالی کے ہاں روایت کا ایک گہرا تصور شعوری طور پر موجود ہے لیکن وہ روایت پرست ہیں بلکہ غور و فکر کی متعدد صورتیں اسے نئے رویوں سے روشناس کرواتے ہیں۔[۱۵]

۳۔عرض ہنر سے آگے ۲۰۰۷ء:

جلیل عالی کی یہ کتاب ۲۰۰۷ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کو دوست پبلی کیشنز اسلام آباد نے شائع کیا۔ جلیل عالی نے ''عرض ہنر سے آگے'' کو وجود کی جملہ جہتوں پر جینے کا جتن کرنے والوں کے نام کیا یہ شعری تصنیف غزلیات اور نظموں کا مجموعہ ہے۔ نظم ہو یا غزل خوبصورت مضامین کی عکس بندی ملتی ہے۔ اس شعری مجموعے کے ابتدائیہ بذات خود جلیل عالی کا مضمون" میرا فکری و تخلیقی عمل "ہے۔ جلیل عالی کے اس مجموعے پر تبصرہ کرتے ڈاکٹر افتخار مغل اپنے مضمون "عرض ہنر سے آگے "میں لکھتے ہیں:

> عالی صاحب نے '' شوق شہرت'' میں خیالات کو کبھی سستا نہیں کیا۔ اپنی وضع نبھائی! اپنے نظریہ فن پر کار بند ہیں اور اپنی وضع کردہ ڈکشن پر اصرار کیا۔ ظاہر ہے جلیل عالی اپنی فنی زندگی کی

جس سطح پر ہیں وہاں نہ شناخت کا مسئلہ ہے، نہ شہرت کا، نہ اکتساب ہنر کا، نہ عرض ہنر کا۔ یہاں اس سطح کے شاعر کا اگر کوئی مسئلہ ہو سکتا ہے تو وہ عرض ہنر سے آگے کا ہی ہو سکتا ہے۔[16]

اس مجموعے میں جلیل عالی مزاحمتی رویے کا اظہار کرتے ہیں۔ زندگی جہدِ مسلسل کے بعد انھوں نے فکر و تخلیق کی ایک دنیا بنائی ہے۔ یہ فکر اُن کی اپنی بنائی ہوئی نہیں ہے بلکہ جلیل عالی کی افکار کی جڑ ان کے مذہبی اور مشاہداتی فکر کا نتیجہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر قسم کے آمرانہ انداز کی مداخلت گوارا نہیں ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ وہ حصول شہرت کے لیے نہیں لکھتے بلکہ وہ نظریاتی آدمی ہیں۔ ان ہی نظریات کا اظہار جلیل عالی کی شاعری میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

۴۔نور نہایا رستہ ۲۰۱۸ء:

جلیل عالی کا یہ شعری مجموعہ ۲۰۱۸ء کو شائع ہوا ہے۔ اس مجموعے کو نعتیہ غزلوں اور نعتیہ نظموں کا مکمل گلدستہ کہا جا سکتا ہے۔ جلیل عالی کی یہ کتاب حرف اکادمی راولپنڈی نے شائع کیا۔ اس کتاب کو جلیل عالی نے تمام زمانوں اور کل جہانوں کے نام کیا۔ اس شعری تصنیف کے ابتدا میں دو مضامین "صبح آشنائی" جو کہ امین راحت چغتائی اور "محمد جلیل عالی کی نعت "جو حمید شاہد نے لکھا شامل ہیں۔ اس شعری مجموعے پر تبصرہ کرتے حمید شاہد کہتے ہیں:

انھوں نے اپنے دل کی لوح پر انتہائی دیانت داری اور سچائی سے ایک روشن اسم سجا رکھا ہے، یہی وہ مبارک اسم ہے جس نے ان کے تخلیقی مزاج کو الگ چھب اور شناخت عطا کی ہے۔ نعت کہتے ہوئے وہ یوں مختلف ہو جاتے ہیں کہ یہی بنیادی اور مرکزی حوالہ معنیاتی سطح پر کچھ زیادہ روشن اور شفاف ہو کر اپنی جمالیات بھی متشکل کر لیتا ہے۔[17]

اُردو شاعری کی نعتیہ روایت

اللہ عزوجل وہ ذات ہے جس کی قدرت کاملہ میں کل کائنات ہے۔ کرہ ارض کی پیدائش کا معاملہ ہو یا پھر اس میں بسنے والی ذی روح مخلوقات رب دوجہاں کے امر کی محتاج ہیں۔ زمین میں مخلوقات کی تعداد اَن گنت ہے مگر اشرف المخلوقات ہونے کا درجہ انسان کو حاصل ہے۔ جیتے جاگتے انسان کی آنکھوں سے چھلکتی چمک زندگی جیسے انمول تحفے کا اشارہ ہی تو ہے ورنہ قبرستانوں کی خامشیاں کب کوئی امید کا سورج بن کر طلوع ہوئی ہیں۔ حیات کا مقصود اگر راہ ہدایت کا چراغ ہو تو راستہ بغیر کجی کے مالک کونین اور اُس کے محبوب نبی مصطفیﷺ کی طرف جاتا ہے۔ خوش بخت ہوتے ہیں وہ لوگ جن کو نبی محترم ﷺ کی تقلید اور مدحت کا موقع زندگی میں حاصل ہوتا ہے۔ نعت وہ دینی احساس اور عقیدت ہے جو سید المرسلینؐ کے لیے مختص ہے۔ نعت گوئی کی روایت بہت پرانی ہے مگر اردو ادب میں نعت گوئی اتنی قدیم ہے جتنی اردو شعر و سخن کا مزاج۔ جہاں قدیم دکنی شعراء نے اپنی نعتیہ احساسات کو قرطاس کی زینت بنایا وہیں عہد جدید تک آنے والے شعراء نے اس نعت گوئی کے فن میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔

روایت:

اُردو ادب میں اردو نعتیہ شاعری کی روایت کو جاننے سے پہلے اس بات کو سمجھنا بے حد ضروری ہے کہ نعت کیا ہے؟ نعت کس زبان کا لفظ ہے؟ اور معنی اور مفاہیم کے اعتبار سے اُردو زبان وادب میں اس کا خاص مقام کیا ہے؟

نعت عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس سلسلے میں مختلف لغات کے لغوی مفاہیم درج ذیل ہیں۔

مصباح اللغات: نعتہ (ف)، نعت، تعریف کرنا، بیان کرنا (اکثر اس کا استعمال صفات حسنہ کے لیے ہوتا ہے)۔ [۱۸]

فرہنگ آصفیہ: صنعت و ثناء، تعریف، توصیف، مدح، ثناء، مجازاً خاص حضرت سید المرسلین رحمتہ اللعالمین کی توصیف۔ [۱۹]

غیاث اللغات: نعت (ء) نعت بالفتح تعریف و توصیف کردن از منتخب اگرچہ نعت بمعنی مطلق صفت است لیکن اکثر ابن لفظ ستائش و ثنائے رسول آمدہ است، بمعنی صیغہ اسم فاعل و اسم مفعول و صیغہ صفت حشبہ یزمی آید۔ [۲۰]

نور اللغات: نعت (ء: بالفتح): یہ لفظ بمعنی مطلق وصف ہے۔ لیکن اُس کا استعمال آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ستایش وثناء کے لیے مخصوص ہے۔ [۲۱]

مذکورہ بالا لغات کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ "نعت" کا لفظ اصل میں وصف ہے مگر اُردو ادب میں مطلق وصف کے معنی میں اس کا استعمال نہ ہونے کے برابر ہے۔ جب کہ شعر و ادب میں نعت کا استعمال توصیف

رسول کا بیان ہے۔ یہ لفظ عربی سے فارسی اور فارسی سے اُردو زبان و ادب میں عمومیت کے دائرے سے نکل کر آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح اور ثناء کے لیے مخصوص ہے۔ جیسے "حمد" کا لفظ سنتے ہی ذہن اُس صنف کی طرف چلا جاتا ہے کہ اللہ تعالی کی تعریف اور وحدانیت مختص ہے۔ ایسے ہی "نعت" کا لفظ مدحت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب اور مختص ہے۔

نعت رسول مقبول میں ایک شاعر آپ کی زندگی سے جڑے تمام حوالوں کو بیان کرتا ہے۔ ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوری نعت کے معنی اور مفہوم جامع بیان کرتے ہیں۔ اُن کے مطابق نعتیہ شاعری میں شاعر نبی کی ذات سے جڑے تمام حوالوں کا احاطہ کرتا ہے۔ چاہے اُن کا تعلق سراپا رسول سے ہو، عادات و اخلاق سے ہو، فضائل و محاسن سے ہو، مدحت رسول سے ہو یا چاہے کسی بھی صورت میں ہو، "نعت" کہلاتی ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوری اپنی کتاب "مفتی اعظم کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی مطالعہ" میں کچھ یوں رقم طراز ہیں کہ:

> نعت کے معنی و مفہو، تعریف و توصیف میں ہی کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ہر وہ ادب پارہ جس میں حضور اقدس کا ذکر ہو، مدح ہو، ثناء، تعریف و توصیف ہو، سراپا ہو، شبیہ و شمائل اقدس کی لفظی تصویر کشی ہو۔۔۔۔۔ الغرض ہر وہ ادبی کاوش جو اپنے قاری یا سامع کو مصطفی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانِ رحمت کی طرف متوجہ کرے اور قرب کا احساس پیدا کرے چاہے وہ نثری ہو یا لفظی بلاشبہ "نعت" ہے۔ [۲۲]

نعت کا لفظ اُردو ادب میں کوئی ہیئتی تقسیم کا حصہ نہیں بلکہ نعت موضوعاتی صنف سخن ہے۔ ایک شاعری شاعری کی تمام ہیئتوں یعنی قصیدہ، مثنوی، غزل، رباعی، قطعہ، مسدس و مخمس۔ کسی میں بھی نعت کہہ سکتا ہے۔ رفیع الدین اشفاق کے نزدیک نعت سے مراد مدحت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور اگر کسی صحابی، بزرگ یا امام کی تعریف کی جائے تو اسے منقبت کہتے ہیں۔ بقول رفیع الدین اشفاق نثر اور نظم کے ہر ٹکڑے کو نعت کہا جائے گا۔ ان کے نزدیک اُردو اور فارسی ادب میں جب نعت کا لفظ استعمال ہوا تو اس سے مراد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت اور توصیف مراد لی جائے گی۔ اپنی کتاب "اُردو میں نعتیہ شاعری" میں لکھتے ہیں کہ:

> اصولاً آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق نثر اور نظم کے ہر ٹکڑے کو نعت کہا جائے گا لیکن اُردو فارسی میں جب لفظ نعت کا استعمال ہوتا ہے تو اسے عام طور پر آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منظوم مدح مراد لی جاتی ہے۔ [۲۳]

برعظیم میں اُردو زبان اور نعتیہ شاعری کی تاریخ شانہ بشانہ قدم بڑھاتی رہی ہے۔ اس سلسلے میں پہلا قدم صوفیائے کرام کی خدمات کا ہے جن کی بدولت مذہب اسلام نے ہندوستان میں ترویج پائی۔ صوفیائے کرام نے مذہبی

تعلیمات کی اشاعت کے لیے اپنا وطن چھوڑا۔ اُن کے ہاتھ میں علم کا چراغ اور نبی محترم کی دی ہوئی تعلیمات تھیں جن کے بل بوتے پر انھوں نے ہندوستان کے باشندوں کے دل بدل دیے۔ صوفیائے کرام نے وہاں کی بولی کو آلہ کار بنایا اور حیات رسول اور تعلیمات رسول سے ہندوستان میں اسلام کا بول بالا کیا۔ بقول رفیع الدین اشفاق:

> حقیقت یہ ہے کہ صوفیائے کرام کی وہ جماعت جس نے صرف مذہبی تعلیمات کو لوگوں تک پہنچانے کے لیے اپنا وطن چھوڑا وہ اپنے ساتھ شاہی جاہ و چشم کا کوئی ساماں نہ لائے۔۔۔۔۔ انھوں نے اپنے آقا کے اسوۂ حسنہ کو پیش کرنے کے لیے ملکی بولی کو آلہ کار بنایا اور حیات سرمدی کا ایسا راگ الاپا کہ دلوں کو موہ لیا۔[۲۴]

اُردو نعتیہ شاعری کے ابتدائی شعرا کا تذکرہ کیا جائے تو ان میں شیخ اسماعیل لاہور (متوفی ۴۴۸ھ)، شیخ فرید الدین گنج شکر قدس سرہ (سنہ ولادت ۵۶۹ھ، سنہ وفات ٦٦٤ھ)، شیخ شرف الدین بو علی قلندر (متوفی ۷۲۴ھ)، حضرت امیر خسرو (متوفی ۷۲۵ھ) اور شرف الدین میزی (متوجی ۷۸۲ھ) کا ذکر ہوا ہے۔ اس سلسلے میں رفیع الدین اشفاق اپنی کتاب "اُردو میں نعتیہ شاعری" میں ان معتبر شعرا کا نہ صرف ذکر کرتے ہیں بلکہ ان کے ادبی فن پاروں کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ بقول رفیع الدین اشفاق:

> تاریخی حالات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ اسماعیل لاہوری (متوفی سنہ ۴۴۸ھ) کی مجالس وعظ میں ہزاروں غیر مسلم شریک ہوئے اور وعظ سن کر اسلام قبول کرتے۔ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر قدس سرہ (سنہ ولادت ۵۶۹ھ، سنہ وفات ٦٦۴ھ) کے ہندی مقولے، منظوم قول اور چند نظمیں ملتی ہیں۔ شیخ سرف الدین بو علی قلندر (متوفی ۷۲۴ھ) کے بھی اشعار مشہور ہیں۔ امیر خسرو (سنہ ولادت ٦۵۱ھ، سنہ وفات ۷۲۵ھ) نے تو ہندی میں نظمیں اور دوہرے وغیرہ سب ہی کچھ کہے تھے۔ ساتھ ہی حضرت شرف الدین یحیٰ میزی (سنہ ولادت ٦٦۲ھ، سنہ وفات ۷۸۲ھ) ہندی بھاشا کے شاعر گزرے ہیں۔[۲۵]

اردو نعتیہ شاعری کے فن میں اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا اظہار کرنے والوں کی تعداد ابتدا سے اب تک بے شمار ہے۔ چیدہ چیدہ قدیم نعتیہ شعراء کے اسم گرامی میں خواجہ بندہ نواز گیسو دراز، فخر الدین نظامی، ملا داؤد، خوب محمد چشتی، ملا وجہی، غواصی، ابن نشاطی، نصرتی، ولی دکنی، قاضی محمود بحری، مرزا محمد رفیع سوداؔ، میر تقی میر، اسماعیل دہلوی، کرامت علی شہدی، امیر مینائی، لطف علی لطف، مومن دہلوی، مولانا کفایت علی کافی، مولانا غلام امام شہید، دور جدید کے نعتیہ شعرا میں حالی، مولانا شبلی، مولانا ظفر علی خان، اقبال، مولانا احمد رضا خان بریلوی، قیام پاکستان کے بعد اردو نعت نے دن بدن ارتقائی سفر کیا اور حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ اس عہد میں نعتیہ شاعری اپنی تخلیقی واردات کو پیش کرنے والوں میں عبدالعزیز حالی، جعفر طاہر، مظہر الدین کرم حیدری، حافظ لدھیانوی، قمر انبالوی، غلام رسول ازہر،

نعتیہ منظومات لکھنے والوں میں امتیاز مظفر وارثی، عاصی کرنالی، حافظ مظہر الدین کرم حیدری، جلیل عالی اور بے شمار شعراء ہیں۔اردو ادب کی تاریخ میں شعراء کسی بھی عہد کے ہوں مگر نعتیہ شاعری میں اُن کے جذبات، احساسات، عقیدت کا بیان اور عمدہ اسلوب نعت گوئی کے فن کی ترویج کا ثبوت ہے۔

برعظیم میں اُردو ادب کے ابتدائی نقوش میں مسلم تاجروں اور بزرگادین کی خدمات کا بڑا حصّہ شامل ہے۔اگر یوں کہا جائے کے اُردو ادب کی ترویج اور نشو و نما میں مسلم افکار کی جڑیں پیوست ہیں تو کچھ غلط نہ ہو گا یہی وجہ ہے کہ نعت نگاری کا فن ابتدا سے اب تک اُردو ادب کے ساتھ پروان چڑھتا رہا۔ نعت رسول مقبولؐ کے اوصاف حمیدہ کا بیاں ہے۔اور برعظیم کے خطے میں موجودہ باشندے ابتدا سے ہی نعت نگاری کے فن سے واقف ہیں۔بطور صنف نعت اپنا ایک الگ مقام اور پس منظر رکھتی ہے۔برعظیم کے باشندوں کی بڑی تعداد مسلم ہے۔اس لیے یہاں کی زبان کے ادب میں اُن تمام افکار کا عکس ملتا ہے جو ایک مسلم تشخص رکھنے والے انسان میں موجود ہوتا ہے۔ایک اسلامی فکر رکھنے والے شاعر کی تخلیقی واردات میں نعتیہ عناصر کا ہونا کوئی حیرت کی بات نہیں ہے اُردو ادب کے ایسے ایسے شعراء ہیں جنھوں نے نعت گوئی کے فن کو باقاعدہ تو نہیں اپنایا ہے مگر کی شاعری میں اسلامی افکار عشق رسول ﷺ کی محبت ضرور ملتی ہے۔اقبال کی اُردو شاعری میں نعتیہ عناصر جا بجا ملتے ہیں۔

علامہ محمد اقبال:

اقبال کی طبیعت کا فلسفیانہ رنگ ا اور حکیمانہ انداز نے شاعری کو بامقصد اور باکمال خود اعتمادی عطا کی ہے۔نبی محترمؐ سے محبت اور عقیدت کا اثر اقبال کی شاعری میں نمایاں ملتا ہے۔اقبال نے اردو میں نعتیہ کلام کم کہا مگر آپ کی شاعری میں نعتیہ عناصر جگہ جگہ ملتے ہیں۔شعری پیرہن میں اقبال کی افکار رسولؐ سے ہر موڑ پر منسلک رہیں۔اقبال حیات انسانی کی کامرانی کے لیے نبی محترمؐ کی سیرت کو عملی نمونہ سمجھتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ آپ اپنی شاعری میں بالواسطہ اور بلاواسطہ طور پر نبیؐ کی تعلیمات کا پرچار کرتے ہیں اور اُن کو دین و دنیا کی بقا کی اصل وجہ مانتے ہیں۔اقبال نے اُردو شاعری میں نعتیہ عناصر جا بجا ملتے ہیں۔

عشق رسول ﷺ:

عشق رسولؐ اقبال کی شاعری کا اہم موضوع ہے۔عشق رسولؐ کے ذریعے سے زندگی کو دوام نصیب ہوتا ہے۔اقبال کا خیال ہے کہ عشق ہی خود آگاہی کا درس دیتا ہے۔اقبال نے شعری پیرہن میں عشق محمدؐ اور محبت رسول کی دعوت دی یہی اُن کا نصب العین تھا۔عشق رسول کا عنصر آپ کی بہت سی نظموں میں ملتا ہے۔جذبہ عشق کی تعریف کرتے ہوئے رسولؐ کو یوں حوالہ بناتے ہیں۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں عشق اسم محمد سے اُجالا کر دے[۲۶]

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں[۲۷]

اقبال اپنی نظم ''مسجد قرطبہ'' جذبہ عشق کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عشق کے اصل معنی اور مقام کو دوام نصیب ہوا۔ اقبال کی فکری مضبوطی ان کی شاعری کا خاصہ ہے۔ یوں عشق کا غلط معنی اور مفہوم اپنی موت آپ مر جاتا ہے۔

عشق دمِ جبرئیل عشق دل مصطفٰی
عشق خداکا رسول عشق خدا کا کلام[۲۸]

دیار حبیب:

ہر دور میں دیار حبیب کی تمنا اور حسرت کو شعرا کے ایک گروہ نے اس طرح بیاں کیا ہے کہ بے جا غلو کا احساس ہوتا ہے۔ جبکہ نبی ﷺ کی ذات جذبات اور کیفیات کی بے جا غلو کی مخالفت کرتی رہی ہے آپؐ علم اور معرفت کے قائل تھے۔ دوسرے نعت گو شعراء کی طرح اقبال کی شاعری میں بھی دیار حبیب کی تمنا ملتی ہے مگر آپ کا انداز اچھوتا اور منفرد ہے۔ اقبال کی خاصیت یہ ہے کہ وہ نبی محترمؐ سے جڑے ہر موضوع کو آفاقی انداز سے بیان کرتے نظر آتے ہیں۔ خالق اور مخلوق کے درمیان پائی جانے والی تفریق سے باخوبی واقف ہیں۔ اقبال یہ بھی سمجھتے تھے کہ نبی محترم ﷺ وہ ربطِ خاص ہے جس کی مدحت اور عقیدت کا بیان شرک جیسے مرض سے پاک ہونا ہی اصل پیروی رسول ﷺ ہے۔

وہ زمین ہے تو مگر اے خواب گاہ مصطفٰے
دید ہے کعبے کو تیری حج ابر سے سوا[۲۹]

احوال امت مسلمہ:

اقبال اپنی ایک نظم "حضور اکرم ﷺ میں "اشعار کی مدد سے احوال امت مسلمہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ امت کو وعظ کرتے ہیں امت کی بقا اور کامیابی اقدار و دین محمدؐ کی پاسداری میں پنہاں ہے۔ زندگی کی آسودگی حضورؐ کی حیات میں پوشیدہ ہے اور اسی میں امت مسلمہ کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔

حضور ﷺ ! دہر میں آسودگی نہیں ملتی
تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی
ہزاروں لالہ و گل ہیں ریاضِ ہستی میں
وفا کی جس میں ہو بُو ، وہ کلی نہیں ملتی
مگر میں نذر کو ایک آبگینہ لایا ہوں
جو شے ہے اس میں وہ جنت میں بھی نہیں ملتی [۳۰]

جھلکتی ہے تری امت کی آبرو اس میں
طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں [۳۱]

عظمت رسول ﷺ

اقبال کی شاعری میں عظمت رسول کا عنصر بھی ملتا ہے۔ اقبال کی حکیمانہ اور مدبرانہ سوچ زندگی کی اصلاح اور خودی کی مثبت تکمیل کے لیے عظمت رسولؐ کا سہارا لیتی ہے۔ اُن کی شاعری جابجا عظمت رسولؐ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اقبال کی مجموعی طور پر شاعری کا تجزیہ کیا جائے تو یہ بات عیاں ہے کہ ہر فکر کے پسِ پشت عظمتِ رسول کا بیاں ہے۔ اقبال کامیابی اور عروج کا سبب نبی محترم ﷺ کی ذات کو گردانتے ہیں۔ مسلم امت کے ترجمان کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ آپ ﷺ کی ذات کی یہ عظمت ہے کہ آپؐ کا وجود الکتاب کی مِثل ہے۔

لوح بھی تُو ، قلم بھی تُو، تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

عالمِ آب وخاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرہ ریگ کو دیا تُو نے طلوعِ آفتاب

شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جُنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب[۳۲]

اقبال کی شاعری میں مذکورہ بالا نعتیہ عناصر کی نشاندہی سے یہ ثابت ہوتا ہے شعرا شعری پیرین میں نبیؐ سے جڑے نعتیہ عناصر پیش کرتے رہے ہیں۔

نعتیہ شاعری کی روایت پر لکھی جانے والی کتابوں سید رفیع الدین اشفاق کی کتاب اُردو میں نعتیہ شاعری فرمان فتح پوری کی کتاب اُردو کی نعتیہ شاعری اور محمد اسماعیل آزاد کی کتاب اُردو شاعری میں نعت کے مطالعے سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ محققین نے نعتیہ شاعری کی تحقیق پر جو کام کیا ہے اُسے عہد بہ عہد ترتیب سے پیش کیا ہے۔ اسی ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہاں میں نے نعتیہ عناصر کو تین اہم ادوار میں تقسیم کیا ہے تاکہ نعتیہ روایت کے ساتھ ساتھ نعتیہ عناصر کا احاطہ باآسانی کیا جاسکے۔ نعتیہ عناصر کے یہ تین ادوار درج ذیل ہیں۔

۱۔ قدیم دور (نعتیہ عناصر)

۲۔ جدید دور (نعتیہ عناصر)

۳۔ دور حاضر (نعتیہ عناصر)

۱۔ قدیم دور (نعتیہ عناصر):

اُردو نعتیہ شاعری کا قدیم دور اُردو ادب کے ابتدائی عہد میں سامنے آیا۔ اُردو برعظیم کے اندر رہنے والے لوگوں کی ابلاغی زبان تھی۔ جس نے مختلف خطوں سے آنے والے باشندوں اور مقیم باشندوں کے میل جول سے نشوونما پائی۔ باہر سے آنے والے باشندوں میں بڑی تعداد مسلم تاجروں کی تھی۔ جنھوں نے تجارت کے ساتھ اسلام کی دعوت کا فریضہ بھی انجام دیا اور اپنی مذہبی روایات برعظیم کے باسیوں کے حوالے کیں اس لئے کہا جاتا ہے کہ نعتیہ شاعری اُتنی پرانی ہے جتنی اُردو ادب کی تاریخ۔ اُردو ادب کے پروان چڑھنے میں بزرگان دین صوفیا اکرام کا بڑا حصہ ہے۔ اس سلسلے میں "رفیع الدین اشفاق" کہتے ہیں:

> نعت جسے صوفیانہ اور مذہبی شاعری سے تعبیر کیا جاتا ہے اپنی ابتدا اور فروغ کے لیے صوفیائے اکرام کی مرہون منت ہے۔ کہ اُردو شاعری کا آغاز ہی مذہبی حیثیت سے ہوا اور مذہبی خیالات ایک عرصہ تک شاعری میں غالب رہے۔ لہذا اُردو شاعری کے آغاز ہی سے شعرا نے نعت کی طرف توجہ کی۔[۳۳]

اُردو نعتیہ شاعری کے دور قدیم میں گیارہوں، بارہوں، تیرہوں صدی کے وہ تمام مشاہیر شعرا شامل ہے جنھوں نے نعت کہنے کی سعادت حاصل کی حضرت محمد حسینی، سید محمد اکبر حسینی، نظامی، صدرالدین، سلطان محمد قلی قطب شاہ، ملاوجہی، غواصی، صنعتی، ابن نشاطی، نصرتی، ولی دکنی، قاضی محمود بحری، سید محمد فراقی، مرزا محمد رفیع سودا، میر تقی میر، اسماعیل دہلوی، کرامت علی شہیدی، مومن دہلوی، مولانا کفایت علی کافی، مولانا غلام امام شہید کے نام اہم ہیں۔اس دور کے بارے میں سید رفیع الدین اشفاق اپنی کتاب اُردو میں نعتیہ شاعری میں لکھتے ہیں:

> یہ دور مثنوی اور قصیدے کے فروغ کے لیے مشہور ہے۔نعتیہ مضامین کے لیے بھی شعرا نے انہی اصناف سخن کو اختیار کیا۔ [۳۴]

قدیم دور میں صوفیا، علما، اور شعرا نے اایک موضوع میں نعتیہ اشعار کہے دکنی روایت کے ابتدائی سفر میں شُعرا کا نبی ﷺ سے عقیدت کا اظہار مختلف عنوانات سے بھی ملتا ہے۔یہ روایتی نعتیہ انداز ہے۔

مولود نامہ، میلاد نامہ، معراج نامہ، نور نامہ، وفات نامہ

قدیم نعتیہ شاعری کے حوالے سے فرمان فتح پوری اپنی کتاب "اردو کی نعتیہ شاعری" میں کچھ ایسے اظہارِ خیال کرتے ہیں:

> آنحضرتؐ کی سیرت وزندگی کے سلسلے میں نعت گو شعرا کا زیادہ زور معجزات نبویؐ اور سراپا کے بیان میں صرف ہوا ہے۔آنحضرتؐ کے جسم اطہر، ملبوسات اور ان کے لوازمات کا ذکر نعتوں میں اس قدر آیا ہے کہ اس عظیم موضوع کے دوسرے اہم پہلو ماند پڑ گئے ہیں۔ [۳۵]

مولود نامے کی روایت بہت قدیم ہے۔ عربی اور فارسی سے ہوتی ہوئی یہ روایت اُردو میں آئی۔اُردو شعری ادب میں میلاد نامے کی کثرت پائی جاتی ہے۔اُردو ادب میں خیر و برکت اور ایصالِ ثواب کی نیت سے میلاد نامے لکھے جاتے تھے۔اُردو ادب کی تاریخ میلاد نامے سلطان محمد قلی قطب شاہ سے پہلے منظوم انداز میں مستقل نظر نہیں آتی۔ قلی قطب کا یہ معمول تھا کہ ایک نظم میلادالنبی کے موقع پر لکھا کرتے تھے۔ان کی کلیات میں چھ نظمیں ایک قصیدہ عید میلادالنبی کے حوالے سے ملتا ہے۔

فرشتے سرگ ساتوکوں ستاریاں سوں سنوارنے ہیں
شہ دنیاودیں کے تیئں عرش کسی سنگارے ہیں
مگر مولود ہے شہ کا عرش اوپر طبل کا ہے جسے
مراداں پاؤنے سارے جگت یاتان پسارے ہیں [۳۶]

اسی طرح اس عہد میں مشہور شاعر عبداللہ قطب شاہ اپنے دیوان میں دو نظمیں مولود نامہ پر لکھی ہیں۔ رسول کی ولادت باسعادت بہار میں ہوئی تھی۔

اسی نسبت سے اس مولود نامہ میں بہاریہ عنصر کا اثر زیادہ نظر آتا ہے۔ بقول شاعر:

جھلک ہو مولود کا بھی جگ میں آیا
جگت سب جھلک تے جگمگایا
منگن کرتے گگن ، ہو کر ہر اک جھاڑ
سورج ہور چاند تارے پار لیایا[۳۷]

معراج نامہ:

عہد قدیم میں شعرا حضرات نے عقیدت رسول کا اظہار معراج ناموں کی صورت میں کیا ہے۔ شعرا نے مثنویوں کی صورت میں واقعہ معراج کو بالواسطہ بیان کیا اور بلاواسطہ معراج نامے بھی لکھے ہیں۔ معراج نامہ کی روایت دکن میں شروع ہوئی۔ نثر میں خواجہ بندہ نواز گیسودراز (متوفی ۸۲۵ھ) کے یہاں پائی جاتی تھیں۔ اس سلسلے میں صبیح رحمانی لکھتے ہیں کہ:

> دکن میں واقعہ معراج کو موضوع بنا کر خالصتاً معراج نامہ ترتیب دینے کی روایت نثر میں خواجہ بندہ نواز گیسودراز (متوفی ۸۲۵ھ) کے یہاں پائی جاتی ہے۔[۳۸]

نور نامہ:

آپ کی ذات اقدس سے تعلق رکھنے والی صفت نور کو قدیم شعرا نے موضوع بنایا ہے۔ نور کی کیفیت کو شعرا نے مختلف انداز سے بیان کیا ہے۔ فخر الدین نظامی نے اپنی مثنوی میں نور مجسم کو مشعل سے تشبیہ دیا ہے۔ اس مثنوی کا نام کدم راؤ پدم راؤ ہے۔

محمد حریم آد بنیاد نور
دوجے جگ سرے پر ساد نور
مثالا اسی کا جو دیسے گھیر
جلے جگ اس تھیں اس پہ دھیر[۳۹]

اسی طرح دہلی کے میوزیم میں حسینی کی تصنیف موجود ہے۔ اس تصنیف کا عنوان "نور نامہ" ہے۔ اس میں شاعر نے سیرت کے ساتھ ساتھ وصفِ نور کی تشریح بھی کی ہے۔

وفات نامہ:

قدیم نعتیہ شاعری میں شعرانے نبی کی زندگی کے تمام حالات وواقعات کوکسی نہ کسی طرح قلم بند کرنے کی کوشش کی ہے۔ نبی محترم کی وفات امت مسلمہ کے لیے ایک بڑا سانحہ ہے۔ شعرانے اس احساس موضوع کو بھی بیان کیاہے۔جذباتی وابستگی جورسول سے مسلمانوں کو تھی،اُن کو بیان کیا گیا۔

ڈاکٹر جمیل جالبی نے اپنی کتاب "تاریخ ادب اُردو" میں ایک غیر معروف شاعر عبد اللطیف کے "وفات نامہ" کا ذکر کیاہے۔اسی طرح دکن کے شاعر دریا کے "وفات نامہ" لکھا۔ یہ وفات نامہ میں روایت منظوم ہے۔ وفات نامہ سرور کائنات کے عنوان سے لکھی ہوئی ہے۔ مثنوی کا ذکر بھی تاریخی کتابوں میں ملتاہے۔

عہد قدیم کے نمونے:

غلام رسول ﷺ:

عہد قدیم کے شاعر غواسی روایتی انداز میں نعتیہ نبیؐ کی مدحت کرتے ہیں نبیؐ کی ذات سے جڑی کیفیات کو شعری انداز میں بیان کرتاہے۔۔ان اشعار میں غوصی غلاماں رسول ﷺ ہونا اپنے لئے خوش قسمتی کا باعث سمجھتے ہیں۔آپؐ پراور آپ کی آل پر دورد وسلام بھیجتے ہیں۔ایک غلام کی یہ حسرت اور آرزو ہمیشہ سے رہی ہے کہ نبی کی ذات کی پیروی اور محبت میں مدہوش رہ کے زندگی گزارے۔ان شعار سے غواسی کا مذہبی اور صوفیانہ رجحان ملتاہے۔شاعر کے لئے یہ باعث سعادت ہے کہ وہ نبی محترمؐ کا غلام بن کر رہے۔آپؐ کی ذات سے جڑے رہنے اور غلامی رسول ﷺ کا عنصر نمایاں نظر آتاہے۔نبیؐ سے جڑی داخلی کیفیات کو ''طوطی نامہ'' میں کچھ یوں بیان کرتے ہیں۔

لوح بھی تو ، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبد آگبینہ رنگ تیرے محیط میں احباب
عالم آب وخاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب
شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جُنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب[12]

شفاعت رسول ﷺ:

ملا وجہی کو نظم اور نثر دونوں میں ایک خاص مقام حاصل رہا ہے۔ وجہی بحیثیت نعت گو شاعر نہیں ہے اور نہ ہی ان کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے کوئی کتاب شائع ہوئی ہے۔ مگر ان کی شاعری میں نعتیہ عناصر ضرور ملتے ہیں۔ ان کے عہد میں پر مثنوی کی ابتدا حمد، مناجات، نعت اور منقبت کو بیان کرنے کا رواج عام تھا۔ قطب مشتری (مصنف سن ۱۰۱۸ء) ملا وجہی نے ۲۶ ادبیات کی نعت لکھی ہے اس کے آخر میں شفاعت کے عنصر کو شاعر نے اپنے اشعار میں نہایت عقیدت سے بیان کیا ہے۔ شاعر ندامت سے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہے۔ آپؐ کی شفاعت کے سبھی طلب گار ہیں۔ ملا وجہی اپنی غلطیوں اور خامیوں سے آگاہ ہیں۔ اور یہ تسلیم کرتا ہے کہ میں ہی نہیں بلکہ سارا جگ آپؐ کی شفاعت کا طلب گار ہے۔

امیدوار ہے جگ تیرے پیار کا
کہ بخشائے تو پاپ سنسار کا
شفاعت کر نہار سب کا تہین
اپی لاڈلا ایک رب کا تہین [۴۱]

یہی اظہار اشعار میں نظر آتا ہے۔ سلطان عبداللہ قطب شاہ کے آخری دور کے شاعر طبعی کی مثنوی قصہ بہرام وگل اندام (تصنیف سن ۱۰۸۱ھ) اس نسخے کا قلمی نسخہ کتب آصفیہ حیدر آباد دکن میں ابھی بھی موجود ہے۔ شاعر طبعیؔ یہ اشعار اپنے گناہوں کا اعتراف اور شفاعت رسول کا بیان ہیں۔ عہد قدیم میں شفاعت رسول کا موضوع ایک اہم عنصر تھا۔

ہوئے ہیں میرے ہات تے کئی گناہ
نہیں کوئی تجھ باج پشت و پناہ
کہ تیری شفاعت کے دھرنا امید
قیامت میں طبعی کون رکھ روسفید [۴۲]

آپؐ کے جسمانی شمائل:

قدیم دور کے شعرا میں سراپا رسول ﷺ پر بڑی توجہ فرمائی ہے۔ لطفؔ اسی عہد سے تعلق رکھتے تھے۔ اُن کی نعتیہ شاعری میں میں روایتی رنگ خاص نظر آتا ہے۔ لطف کا کلام معائب سے صاف مگر روایتی عناصر کا بیان ہے۔ شاعر نے آپ ﷺ کے ظاہری محاسن یعنی ابرو، سرِ مبارک، وصف زلف، چشم مبارک اور رُخسار مبارک کی

مدحت ملتی ہے۔لطف قدیم دور کے اُن متوسطین شعرا میں آتے ہیں جنھوں نے ظاہری حسن وجمال کی مدحت اور عقیدت واحترام تک محدود رکھا ہے۔ نبیؐ کے حلیہ مبارک کے حوالے سے معلومات ہمیں کتب احادیث سے ملتی ہیں۔ یوں کہہ لیں آپ ﷺ کی ذات گرامی کے بارے میں جسم کی مکمل ساخت سر تا پاؤں کا بیان ملتا ہے۔اپنی شاعری میں لطف علی خان لطفؔ نے نبی ﷺ سے عقیدت اور احترام کے اظہار کے لیے مخصوص انداز اپنایا۔ جسمانی شمائل یعنی ظاہری محاسن کی مثالیں ذیل میں درج ہیں۔

سر مبارک

سر جناب ہے سرِّخدا سے کب خالی
بھرے ہیں سر بسر اس سر میں غیب کے اسرار
یہ سر وہ ہے کہ کیا اس پر ابر نے سایہ
یہ سر وہ سر ہے رہی جس پہ رحمت غفار[۴۳]

زلف مبارک

سنو حضورؐ کے اب زلف شکبار کے وصف
جو اس کو سنبل جنت لکھوں تو ہے بے کار
اسی کی شان میں اللیل کا ہوا ہی نزول
اسی کو دیکھ کے اسلام لائے ہیں کفار[۴۴]

چشم مبارک

اب ان کی چشم مبارک کا دل سے وصف سنو
ازل سے جن کی خدائی ہے طالب دیدار
جو ہوشیار کو دیکھ بنایا مست الست
جو دیکھ مست ہے کم ظرف کر دیا ہشیار[۴۵]

فیضان نعت:

ان اشعار میں فیضان نعت کا عُنصر نمایاں ہوتا ہے۔ شاعر کا کہنا ہے کہ مجھے جو مقام و مرتبہ حاصل ہے یہ سب نعت کے طفیل ہے۔ شاعر اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ اگر معاشرے میں اُس کو کوئی شناخت اور پہچان حاصل ہے وہ

سب نعت کا فیض ہے۔ صنفِ نعت ایسا موضوع ہے جس کی استطاعت ہر شاعر کے حصے میں نہیں آتی لطف آسی کیفیات کا اظہار کرتا ہے۔ اور اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اس کی شہرت کا سبب نعت گوئی ہے۔

لطف یہ شہرت ہوئی حاصل بدولت نعت
ہر کوئی کہتا ہے کہ مدح رسول ہے[۴۶]

زیارت رسول ﷺ:

کرامت علی شہیدی مذہبی فکر رکھنے والے شاعر تھے۔ نعتیہ شاعری کا سرمایہ اُن کے شعری کلام میں بہت کم ملتا ہے۔ مگر اُن کے نعتیہ کلام میں نبی ﷺ کی ذات کو مختلف انداز سے بیان کیا ہے۔ ان کے شاعری میں مدحت رسولؐ، شفاعت رسولؐ اور نبیؐ سے بخشش کا اظہار ملتا ہے۔ سن ۱۲۵۵ ھجری میں حج کیا دوران سفر اُنھوں نے ایک قصیدہ لکھا۔ اس میں انھوں نے عقیدت رسولؐ زیات رسول اور وہاں سکونت اختیار کرنے کی حسرت کا اظہار کیا اسی قصیدے کا ایک شعر زبان زدِعام ہے۔ یہ قصیدہ ۱۳۳ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس قصیدے کے علاوہ ایک نعتیہ غزل کرامت علی شہیدی کا مکمل نعتیہ کلام ہے۔ زیارت رسول ﷺ ہر مسلم کی دلی آرزو ہے۔ کرامت علی شہیدی کا یہ شعر آپؐ سے عقیدت واحترام کی مثالی تصویر ہے۔ آپ کے عشق و محبت کی حد ہے روضے رسول ﷺ پر جا کے مرنا آپ کی تمنا ہے۔

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طاہر روح مقید کا[۴۷]

معراج نامہ:

مختار کی ایک نعتیہ تصنیف معراج نامہ کے نام سے ایک تفصیلی مثنوی ہے جو ۱۲۸ اوراق پر مشتمل ہے۔ یہ معراج نامہ مختار کا ہے۔ اس کے آخری ورق پر سن تصنیف اور نام درج ہے۔ یہ نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں موجود ہے۔

کہے جبرائیل آکے قم یا حبیب
بڑا ہے خدا کے لئے کنے تجھ نصیب
سو جبرائیل نے حق تے ان پر سلام
پچھیں ان سے یوں کئے ہیں کلام[۴۸]

نور نامہ:

یہ نعتیہ مثنوی فارسی رسالے کا ترجمہ ہے۔ یہ مثنوی ۱۱ ہجری کی تصنیف ہے۔ یہ ۱۸ اوراق پر مشتمل اس کے مصنف عنایت اللہ ہیں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر محی الدین قادری کہتے ہیں اس کے مصنف شاہ عنایت اللہ غالباً وہی بزرگ ہیں۔ جن کا تذکرہ گلزار آصفیہ صفحہ ۳۵۳ اس نعتیہ کلام میں نبی ﷺ کا سراپا اور آپؐ کی عظمت کی وضاحت کا بیاں ہے۔

ترے نور نامے کوں میں
الہی منگوں لکھنے دکھنی سوں میں
سکت دے مجھے اے سکت کار توں
کو دکھنی سوں میں اس کو سارا لکھوں[۴۹]

وفات نامہ:

عہد قدیم میں نبی کی مدحت بیان کرتے جہاں اور روایتی عناصر کو موضوع بنایا وہی وفات نامہ کے عنصر کو شاہ محمد قادری دریا اپنے کلام کا حصہ بنایا۔ یوں کہہ سکتے ہیں کہ عہد قدیم میں ایک عنصر وفات نامہ بھی تھا۔ شاعر نے نبیؐ کی ذات سے جڑے اس واقعہ کو داخلی کیفیات کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس مثنوی میں شاہ محمد قادری دریا نے نبیؐ کے رحلت کے واقعات کو منظوم شکل میں مربوط کیا ہے۔ اس مثنوی کے حوالے سے قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ شاہ محمد قادری دریا کی ہے۔ اس وفات نامے کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں موجود ہے۔ اس مثنوی میں شاعر نے شفاعت و بخشش کی فریاد کی ہے۔

مبارک سر رکھی زانو پہ ان کی
کہ ام المومنین تھا نام جن کی
ہوئے جب مصطفے بیتاب اس دھات
دیکھی تب عائشہ سینے پر دھر ہات
نبیؐ کی روح کی حرمت سوں یارب
کہ تایوں بخشش میرے یوں گناہ سب
کرم تیرا تو در روزِ قیامت

توں دیوے گر نبی مجکوں شفاعت [۵]

قصیدہ معجزہ:

قصیدہ مولانا روم کے کلام کا ترجمہ ہے۔ جو ابو جہل اور نبی ﷺ کا مکالمہ ہے اس میں نبی ﷺ کے معجزات ظاہر کیے ہیں۔ یہ مثنوی پانچ اوراق اور ۷۳ اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ جنونی کی تصنیف ہے جو ۶۴ ربیع الاول سن ۱۱۰۲ ھجری میں لکھی گئی۔

میں مانگتا ہوں یہ ہوئے اپنین دلوں میں جادام
یا رب بحق مصطفیؐ برحق عالم کرم کرا [۵]

ابتدائی نعتیہ شاعری میں آپؐ کی ذات سے منسلک تمام اوصاف حمیدہ کا تذکرہ کثرت سے ملتا ہے۔ تقریباً ہر شاعر نے عقیدت کے ساتھ اشعار میں ان کا اہتمام کیا ہے۔ شعرا نے آپؐ کے اوصاف حمیدہ کو عقیدت کے ساتھ جامع اور منفرد انداز سے بیاں کیا ہے۔ عہد قدیم میں نبی ﷺ کی ذات سے جڑے تمام اوصاف جن کا تعلق ظاہری ہے ان سب کا ذکر ملتا۔ آپ ﷺ کی ذات عملی زندگی کا نمونہ تھی۔ آپ ﷺ کو عہد قدیم میں طاق تک محدود رکھا اور صرف مدحت سرائی کی گئی۔

۲۔ عہد جدید (نعتیہ عناصر):

دوسری جنگ عظیم کے بعد سیاسی معاشرتی حالات یکسر بدل گئے۔ برعظیم میں آزادی کے لئے جدوجہد کرنے والوں کے لئے اس حقیقت سے آشنا ہو گئے تھے کہ آزادی کے لئے جدوجہد غلامی اور ظالم حکمرانوں سے بچاؤ کا واحد راستہ ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اس دور میں انقلاب حقیقت پسندی، سادگی اور اصلاح عامہ کا روپ دھار کر آیا۔ ادب پر اس کے اثرات بھی پڑے۔ تصنع اور بناوٹ کی جگہ عملی اور حقیقی موضوعات نے لے لی یعنی اس عہد میں تاریخی، سیاسی،، اخلاقی اور حقیقی مضامین ادب کا حصہ بنے۔ ادب میں متنوع موضوعات، صحت مند اور بااخلاق افکار نے وسعت پائی۔ اسی طرح اس کے اثرات اردو شعری ادب پر پڑے اور ساتھ ساتھ نعتیہ شاعری روایتی سوچ سے آگے بڑی نعتیہ صنف کو وسعت ملی اور نعتیہ شاعری میں حقیقی اور عمل زندگی کی اصلاح اور رہنمائی کا عنصر پایا جانے لگا۔ جذباتی احساس اور صنم پرستی کا اثر کم ہوا نبیؐ سے محبت کو عملی زندگی سے ہم آہنگ کیا۔ شعرا نے ان نعتیہ افکار کا

اظہار بڑی عقیدت و احترام سے کیا۔ اس سلسلے میں رفیع الدین اشفاق اپنی کتاب "اردو میں نعتیہ شاعری" میں لکھتے ہیں:

> اب نعتیہ شاعری صرف جذباتی دنیا میں محصور نظر نہیں آتی جمال محمدیؐ پر فریفتگی کی رسمی والہانہ کیفیت نے اُسوہ حسنہ پر فریفتگی کو جگہ دی اور بیان میں حضور انورؐ کے وصف میں سیرت پاک کو زندگی سے ہم آہنگ دکھایا۔ یہ ایک انقلابی دور ہے جس میں حقیقی قدروں کے شعور نے زندگی کو بے نقاب کیا۔ اب حسن پرستی کا وہ معیار نہ رہا جو آخر میں صنم پرستی کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ بلکہ صداقت پسندی اور بیداری نے باطل جذبات اور رجحانات کا قلع قمع کرنے کا بیڑا اُٹھایا۔[۵۲]

حالی، شبلی، نظم طباطبائی، مولانا محمد ظفر علی خان، علامہ اقبال کے عہد کو نعتیہ شاعری کا دور جدید تصور کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ نعتیہ شاعری کو اس عہد میں تحدید کی حد سے آزادی حاصل ہوئی نعتیہ شاعری نے جن مخصوص عناصر کو روایتی انداز میں نعتیہ شاعری کا حصہ بنایا عہد جدید میں انھیں وسعت ملی نبی ﷺ کی ذات اقدس کی زندگی کے تمام عناصر کو نعتیہ شاعری کا حصہ بنایا گیا۔ اس سلسلے میں رفیع الدین اشفاق لکھتے ہیں:

> نعتیہ شاعری کے لئے اس دور کے معمار حالی، شبلی ہیں۔ نظم طباطبائیؔ کو بھی ہم اس زمرے میں شامل کریں گے۔ جنھوں نے نعتیہ قصائد کو نئے ڈھنگ سے پیش کیا۔ اور تاریخی واقعات کے بیان سے اسوہ حسنہ کی تشریح کو اپنا شعار بنایا یہ دور اس حیثیت سے بھی زیادہ اہم ہے کہ اس کے اس کے اثرات دورہ حاضر پر نہایت گہرے اور نمایاں ہیں۔[۵۳]

عہد جدید کے نمونے:

اس عہد میں ختم المرسلین، داعی اعظم، محسن انسانیت کی ذات کے ظاہری اوصاف کی مدحت کے علاوہ معاشرتی معاملات، اصلاح عامہ، آپؐ کی ذات سے جڑے تمام عناصر کو نعتیہ کلام کا حصہؔ بنایا۔ اس عہد میں شعرا کو ادراک ہوا کہ انھوں نے نعتیہ کلام میں حقیقت پسندی کے موضوعات کو اصلاح کا ذریعہ بنایا اور نبیؐ کی ذات سے آشنائی کو عملی سطح پر بیان کیا ہے۔

ظہور رحمت:

حالی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ جو دین اتباع محمدؐ سے عروج کی بلندیوں تک پہنچا آج وہی دین انحراف کی جرات کے باعث کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ حالیؔ نے نعتیہ کلام میں ایسے اشعار کہے جو سب کے لئے مشعل راہ بن سکتے ہیں۔ حالیؔ نے عقیدت اور احترام کے ساتھ ساتھ مقصدی رنگ بھی اُجاگر کیا۔ تاقیامت آنے والے انسانوں کے لئے

بنیؐ کی ذات سے جڑے تمام عناصر کو تعمیر حیات کا ذریعہ بنایا۔ حالی کی نظر پیش نظر اتباع رسول ﷺ ہی میں تباہی اور گمراہی سے بچاؤ ہے۔ نبی ﷺ سے جڑے رہنے سے ماضی کی عظمت، ترقی اور فتوحات سے بھرا ہوا تابناک ماضی تھا اور حال کی کامرانی اور عروج ضابطہ رسول ﷺ کا تقاضا کرتا ہے۔

ہوئے محو عالم سے آثار ظلمت
کہ طالع ہوا ماہ برج سعادت
نہ چھٹکی مگر چاندنیا یک رات
کہ تھا ابر میں ماہتاب رسالت[۵۴]

نصیحت نامہ:

نبیؐ کی مکمل حیات اور تعلیمات امت مسلم کے لئے نصیحت نامہ کی مثل ہے۔ اور حالیؔ نے اپنے اشعار کے ذریعے نبیؐ کی انھی تعلیمات کا اظہار کیا ہے جو امت مسلمہ کی عقائد کی اصلاح پنہاں ہے۔ حالیؔ ان اشعار کے ذریعے اباواجداد کی بوسیدہ افکار اور کمزور عقائد کی مخالفت کرتے ہیں۔ ذیل میں موجود اشعار رسالت رسول ﷺ اور مقام مصطفائی کی حقیقت کو واضح کرتے ہیں۔ حالیؔ کی شاعری میں مضامین کی صداقت ایسی ہے کہ اس کی مثال اردو ادب میں پہلے نہیں ملے گی۔

بنانا نہ تربت کو مری صنم تم
نہ کرنا میری قبر پر سر کو خم تم
نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم
کہ بے چارگی میں برابر ہیں ہم تم[۵۵]

تم اوروں کی مانند دھوکا نہ کھانا
کسی کو خدا کا نہ بیٹا بنانا
مری حد سے رتبہ نہ میرا بڑھانا
بڑھا کر بہت تم نہ مجھ کو گھٹانا[۵۶]

استغاثہ واستمداد:

حالی کی نعتیہ اشعار استغاثہ انداز فکر کی نوعیت کا بیان ہیں۔آپ مسلم قوم کی زبوں حالی کا نقشہ ایسے منفرد انداز میں کھینچ رہے ہیں۔حالی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ جو دین اتباع محمدؐ سے عروج کی بلندیوں تک پہنچا آج وہی دین انحراف کی جرات کے باعث کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔دین اسلام برکتوں اور رحمتوں کا مذہب ہے نبیؐ کی تعلیمات سے دوری سے امت مسلمہ کی حالت قابل غور ہے۔اسی سبب حالیؔ اپنی مناجات ختم المرسلین کے حضور پیش کرتے ہیں۔حالیؔ کا اصلاحی رنگ مدحت سرائی کے ساتھ نعتیہ ادب کو مقصدی بناتا ہے۔

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آکے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پر دیس میں وہ آج غریب الغربا ہے[۵۷]

واقعات عہد رسول ﷺ:

نظم طباطبائی کا تعلق اُن شعرا میں ہوتا ہے ان کی نعتیہ شاعری میں اسوہ حسنہ کو منفرد پہلوؤں سے بیان کیا ہے۔نبی کریمؐ کی ذات کے اُن عناصر کو بیان کیا جن واقعات میں آپؐ عملی طور پر شمولیت رہی۔نظم طباطبائی نے تمام نعتیہ مضامین قصائد میں پیش کیے ہیں۔نظمؔ کے نعتیہ قصائد کی تعداد سات ذکر بعثت و فتح، قصیدہ معراج، ہجرت و غزوہ بدر، عہد جاہلیت کا کفر اور پیغمبر مجاہد، قصیدہ احزاب، قصیدہ خیبر اور قصیدہ حنین ہیں۔

ان کے قصائد میں ذکر بعثت و فتح مکہ اور قصیدہ احزاب اہم ہیں۔اردو ادب کی نعتیہ روایت میں نظمؔ نعتیہ قصائد کو نیا روپ بخشا۔

اس اندھیرے میں ہی سر گرم سفر نور اللہ
ناقہ ہی بجلی تو جادہ ہی رگ ابر بہار
دوڑ اس کی دیکھیے اسکی روانی دیکھیے
ناقہ مثل سیل ہی جادہ ہی رشک جو ئبار[۵۸]

نظم طباطبائی نے کلام میں ذکر ہجرت کے موضوع کو حسن وخوبی سے بیان کیا ہے۔ نعتیہ کلام میں نبی ﷺ کی زندگی کے واقعات کا بیان منفرد انداز ہے۔اسی طرح جنگ یرموک کا واقعہ جو نبی ﷺ کے ایک جان باز کا ہے جو اقبال نے اچھوتے اور سادہ انداز میں کہا۔

صف بستہ تھے عرب کے جوانان تیغ بند
تھی منتظر حنا کی عروس زمین شام
اک نوجوان صورت سیماب مضطرب
آکر ہوا میر عساکر سے ہم کلام[59]

فضائل رسول ﷺ:

نعتیہ اشعار میں شعرا نے نبیؐ کی مدحت، اُن کی، ذات، شخصیت، کردار کی فضیلت کو جامع انداز میں پیش کرتے ہیں۔ شاعر علامہ اقبال نبی ﷺ کی مدحت کو بہت مدبرانہ انداز سے بیان کرتے ہیں۔اقبال اشعار میں نبی ﷺ کی ذات کو آب وخاک کا فروغ، ذرہ ریگ کو تیری وجہ سے طلوع آفتاب ملا۔اسی طرح مولانا ظفر علی خان آپؐ کی فضیلت بیاں کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپؐ کی ذات سے تعلق رکھنے والے تمام عملی کام اُسوہ حسنہ کی دلیل ہیں جس کی وجہ سے انسانی زندگی، معاشرت کو ارتقا حاصل ہوا۔انسان زمانہ جاہلیت سے نکل کر کائنات شناسا اور خدا شناسا ہوا۔

وہ شمع اُجالا جس نے کیا چالیس دن تک غاروں میں
ایک روز جھلکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں
رحمت کی گھٹائیں پھیل گئیں افلاک کے گنبد گنبد پر
وحدت کی تجلی کوند گئی آفاق کے سینے زاروں میں[60]

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالم آب وخاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب[61]

ناموس رسول ﷺ:

نبی ﷺ کی تکریم ساری امت مسلمہ کا سرمایہ ہے۔ آپ ﷺ سے محبت اور ناموس کا تقاضا ہے کہ خود کو ہر دم آپ ﷺ پر جان نثار کرنے کے لیے تیار رکھیں۔ تمام رشتوں سے بڑھ کر آپ کو مقرب سمجھیں۔ ہر عہد میں ناموس رسالت کے لیے خود کو قربان کیا ہے۔ یہ قربانی چاہیے کسی بھی دائرہ کار کی ہو مسلم امت ہمیشہ ہر دم تیار نظر آتی ہے۔ ہر عہد میں مخالف سمت سے گستاخی رسول ﷺ کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ شعرا حضرات بھی اپنے جذبہ ایمانی اور ناموس رسالت کے حوالے سے جذبات کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ بیسویں صدی میں مولانا ظفر علی خان اعلی پائے کے ادیب، صحافی، خطیب، شاعر تھے۔ مولانا نے ۱۹۳۳ میں قادیانیت کے خلاف عوامی احتساب کے لیے جماعت بنائی اس کے علاوہ شاعری کے ذریعے اظہار ناموس رسالت کا فرض ادا کرتے رہے۔ اپنے شعری مجموعے میں "ناموس رسول کے تحفظ کی قیمت" کے عنوان سے نظم لکھی:

سر کار نے چھینا ہے زمیندار کا مطبع
مرزائیوں کے گھر میں جلے گھی کے چراغ
چمکائے گئے اُندلسی اور دمشقی
روشن ہوئے اسلام کے سینے کے یہ داغ [۶۲]

منکر ختم نبوت کے مقدر میں ہے درج
ذلت وخوری و ررسوائی الی یوم التناد [۶۳]

درود وسلام:

درود وسلام نبی ﷺ کی مدحت کا اہم طریقہ ہے۔ جس میں شاعر حضرات اسوحسنہ کے تمام عناصر کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ کی عظمت کا اقرار کرتے ہیں۔ شاعر حفیظ جالندھری اپنی کتاب شاہنامہ اسلام میں آپ ﷺ پر درود وسلام پیش کرتے ہیں۔ اس نظم میں سیرت رسول ﷺ اور مدحت رسول کو جامع انداز میں بیان کرتے ہیں۔

سلام اے آمنہ کے لال، اے محبوب سبحانی
سلام اے فخر موجودات، فخر نوع انسانی [۶۴]

گدائی رسول ﷺ:

گدائی رسول کی حسرت جذبہ ایمانی کی تقویت کا باعث ہے۔ نبیؐ کی ذات سے جڑے رہنے کی یہ تمنا شاعر حفیظؔ کے لئے افتخار کا باعث ہے۔ اُن کے خیال میں یہ وہ جذبات ہیں جو قوت ایمانی کو شدت کو نہ صرف بڑھاتے ہیں بلکہ مستقل مزاجی کے ہمراہ گدائی رسول میں رہتے ہوئے آپؐ کی تعلیمات کی پر عمل کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ آستانہ رسولؐ سے قلبی قربت اُن کے احساسات کی ترجمان ہیں۔ گدائی رسول کی حسرت شعر کو اس بات پر آمادہ کر رہی ہے کہ اُسے در حبیب میں پہنچ کر ہی سکوں ملے گا شاعر کا خیال ہے کہ کیونکہ وہ ہی جائیں جہاں گناہوں کے داغ دھلتے ہیں۔ بحیثیت مسلم یہ تو ہر فرد جانتا ہے کہ وہ جگہ شہر یثرب ہے۔ حفیظؔ کا شمار نعتیہ شاعری میں عہد جدید میں ہوتا ہے۔ اس عہد کے شعرا کی یہ خاصیت تھی کہ اُنھوں نے نبیؐ کی ذات سے جڑے تمام عناصر کا احاطہ کیا۔

حفیظ بے نوا بھی ہے گدائے دامن دولت
عقیدت کی جبیں تیری مروت سے ہی نورانی
ترا در ہو مرا سر ہو مرا دل ہو تیرا گھر ہو
تمنا مختصر سی ہی تمہید طولاتی [65]

چلو آؤ چلیں یثرب نگری
یہاں ہند میں ہے بڑی درد سری
وہاں رونے والے روتے ہیں
داغ گناہ کے دھوتے ہیں
وہاں ذرے سے سورج ہوتے ہیں [66]

دیار حبیب کی تمنا تمام امت مسلمہ کی اجتماعی تمنا ہے۔ شعرا نے ان اشعار میں انھی جذبات اور کیفیات کا اظہار کیا ہے۔ دیار حبیب کی حسرت ایک مسلمان کی داخلی کیفیت ہے جو اس کے ایمان کو ہمیشہ تازہ رکھتی ہے۔

آمد رسول ﷺ:

نبیؐ کی ذات سے جڑے اہم واقعے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کو حفیظؔ نے اس وقت کے حالات کے عین مطابق بیان کیا ہے۔ شاعر نے اُس جوش اور ولولے کی ایسی عکاسی کی جو پڑھنے والے کی آنکھوں میں حقیقت بن کر

گھومنے لگ جاتا ہے۔اور سچ ہے کہ حقیقت میں نعروں کی آوازیں کانوں میں گونجنے لگتی ہیں۔شاعر کی ان داخلی کیفیات کا اظہار اُن کی کتاب شاہنامہ اسلام میں ملتا ہے۔

علی اُٹھا لیجئے ذروں کے گھر میں آفتاب آیا
زمین و آسمان کا نور جس کے ہمرکاب آیا
اکٹھے ہو گئے ہر سمت سے طالب زیارت کے
شعاعوں کی طرح گرد خورشید رسالت کے [۶۷]

ہوا چاروں طرف اقصائے عالم میں پکار
بہار آئی ،بہار آئی، بہار آئی، بہار آئی[۶۸]

بخشش رسول ﷺ:

انسان کا لفظ نسیاں سے نکلا ہے جس کے معنی بھول جانے کے ہیں۔لغوی معنی کے اعتبار سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ انسان بار بار بھول جانے کا اعادہ کرتا ہے جو کہ فطرتی عمل ہے۔شاعر انسان کی فطرت کا احساس کرتے ہوئے اعتراف کرتا ہے کہ انسان خطا کا پتلا ہے۔بار بار خطا کرنے کا وجہ سے میں بہت گناہگار ہوں اللہ تعالیٰ مجھے معاف نہیں کرے گئے۔عشق رسول کا جذبہ ہی میری بخشش اور نبیؐ کی شفاعت باعث بن سکتا ہے۔

درحقیقت میری بخشش کی کوئی صورت نہ تھی
سچ یہ ہے ماہر کہ عشق مصطفےٰ کام آیا[۶۹]

غلامی رسول ﷺ:

یہ اشعار غلاماں رسول ﷺ کی ثابت قدمی کے بہترین نمونے ہیں۔یہی وہ اصلی خطوط ہیں جو پیروکار کی کامیابی کے ضامن ہیں۔شاعر کا کہنا ہے کہ اُخروی زندگی کی کامیابی کے لئے عشق رسول ﷺ ہی وہ واحد ذریعہ ہے جو مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔یہ غلامی گلے کا طوق نہیں بلکہ قربت الٰہی، مقصود الٰہی، رضائے الٰہی کے حصول کے لئے صراط مستقیم ہے۔

نہ چھوڑوں گا کبھی احمد مختارؐ کا دامن
کہ دوجگ کا سہارا ہے خیال یار کا دامن[۷۰]

محمدؐ سے نہ پلٹیں گے ملے ہم کو خدائی بھی
بغیر اسلام کے ہم کو جہنم سے رہائی [1]

جلال مصطفیؐ:

نعتیہ شاعری میں جمالی شان کی مدحت ملتی ہے وہی جلال رسول ﷺ کا رنگ بڑی آب وتاب سے ملتا ہے۔ حفیظؔ نے نبیؐ کی جہاں جمالی شان کا اظہار کیا وہی جلالی شان کے نقشے پیش کیے۔ شاعر کی خیال آفرینی خلق عظیم کی ہر حسین عناصر کی ترجمانی کرتا ہے۔ آپؐ کا جلال اور جمال ہر طرح کے حالات جنگ ہو یا امن پیروکار کے لئے مثالی تھا۔ انھی حالات اور خیالات کا اظہار شاعر اپنے اشعار میں کرتا ہے۔

رسول پاکؐ نے کارر کی جانب نظر ڈالی
جلالت آفریں چہرے سے کملی اور سر کالی
شعاع طور کے انوار چمکے روز روشن میں
لگادی بجلیوں نے آگ سی باطل کے خرمن میں [2]

اصلاح حال:

عہد جدید کے شعرا نے اپنی تخیلاتی صلاحیتوں کا استعمال کیا اور نعتیہ شاعری میں وہ تمام عناصر کا اظہار کیا جو عملی زندگی کا حصہ اور بامقصد تھے۔ شعرا نے تمام زندگی کا تجزیہ کیا نبیؐ کی ذات سے جڑے تمام عناصر کو مدحت اور عقیدت کے ساتھ بیان کرنے کے اصلاحی رنگ بھی دیا۔ نبیؐ کی ذات ہادی برحق ہے۔ اُن کا ظہور نہ صرف عرب کی پرگندہ زندگی کی اصلاح تھا بلکہ تاحیات اصلاح عامہ کا مقصد تھا۔ حالیؔ عام نعت گو شعرا کی طرح صرف عقیدت اور مدحت پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ امت مسلمہ کی زبوں حالی سے پریشاں ہو کر امت مسلمہ کی اصلاح کی التماس کرتے ہیں۔

الٰہی بحق رسول تہامی
ہر فرد انسان کا تھا جو حامی
جسے دور و نزدیک تھے سب گرامی
برابر تھے مکی و زنگی و شامی [3]

۳۔ عہد حاضر (نعتیہ عناصر):

دور حاضر کا نعتیہ کلام میں جدید دور کے شعرا کی ترجمانی کا عکس ہے۔اس عہد میں موجود شعرا کے ہاں نعتیہ کلام منفرد اور اُسی حقیقی بنیادوں پر استوار رہا ہے۔ جو دور جدید کے شعرا کے ہاں نمایاں نظر آتی ہیں۔مزید یوں کہہ لیجیے دور حاضر میں عناصر کے حوالے سے نعتیہ کلام میں وسعت آئی۔ یہی وجہ ہے کہ نعتیہ شاعری زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتی نظر آتی ہے۔دور حاضر کے نعتیہ کلام کے بارے میں رفیع الدین اشفاق اپنی کتاب " اردو میں نعتیہ شاعری " میں لکھتے ہیں:

> دور حاضر میں نعتیہ کلام اپنی چند خصوصیات کی بنا پر نعتیہ شاعری کی ارتقائی صورتوں میں حسین ترین شکل میں جلوہ گر ہے۔ جس میں حکیمانہ بصیرت مصلحانہ تقدیس، مجتہدانہ انداز اور شاعرانہ دل آویزیوں نے چار چاند لگادیے۔ [۴۴]
>
> نعتیہ بیان نے نئے نئے روپ اختیار کیے۔ مسلمانوں کی صلاح کی تحریکیں مذہب کے نام پر اٹھیں اور حضورؐ کے واسطے اٹھیں چنانچہ نعتیہ شاعری ان میلاد اور سماع کی محفلوں سے نکل کر سیاسی مجلسوں میں آن پہنچی معاشرتی اصلاح کے لئے شعرا نے حضورؐ کے اسوہ حسنہ کو پیش نظر رکھا اور عقیدت مندانہ اور جذباتی انداز کو چھوڑ کر معقولیت سے کام لیا۔ [۴۵]

اردو نعتیہ شاعری نے ہر عہد میں ترقی کا سفر بڑی مستقل مزاجی سے طے کیا۔ عہد حاضر میں قیام پاکستان سے لے کر اب تک کے تمام شُعرا شامل ہیں۔اس عہد میں تمام شعری اصناف سخن میں نعت کہی جا رہی ہے۔ نعتیہ شاعری میں قصیدے، مثنوی، غزل، نظم تمام شعری اصناف ہیں جن میں طبع آزمائی ہو رہی ہے۔ قصیدے میں اہم شعرا کے نام عبدلعزیز خالد، حافظ لدھیانوی جعفر طاہر، عبداللہ خاور حافظ محمد افضل فقیر، مثنوی میں اہم مثنوی نگار سید میسز علی جعفر، سید یزدانی جالندھری، مسدس کی ہیت میں لکھنے والے اہم شعرا میں احسان دانش، سیف زلفی، انور مسعود، رحمان کیانی نعتیہ کہنے والے شعرا میں امتیاز مظفر وارثی، عاصی کرنالی، حافظ مظہر الدین کرم حیدری، جلیل عالی، آزاد نظم کی ہیت میں نعتیہ شاعری کہنے والے شعرا مختار صدیقی، عبدالعزیز خالد، جیلانی کامران، نعیم صدیقی، ادا جعفری، شبنم رومانی، جعفر بلوچ، الطاف قریشی، سرشار صدیقی، محسن احسان، امجد اسلام امجد، پروین شاکر، صائمہ خیری، ، ناہید قاسمی ہیں۔

دور حاضر کے شُعرا نے نعت کے وسیع میدان میں فکر و خیال کے تمام دریچے کھول کر رکھ دیے۔ اس عہد میں نعتیہ شاعری روایتی انداز اور فکر و خیال تک محدود نہیں ہے۔اس عہد کے نعتیہ عناصر میں عقیدت رسولؐ،

عشق رسولؐ اور درود و سلام جیسے عناصر بھی بارہا نعتیہ شعرا کے کلام میں موجود ہیں مگر ذہنی وسعتوں کو جلالی اور فکر و خیال نے ارتقائی سفر حقیقی زاویوں سے طے کیا۔ اس لیے یہاں اُن عناصر کا ذکر کیا گیا۔

۱۔ جویائے مصطفٰی ﷺ ۲۔ تو کجا من کُجا ۳۔ بولتا قرآن

۴۔ میں اور وہ ۵۔ روشن حوالہ ۶۔ معراجِ انسانیت

۷۔ آمدِ رسول

جویائے مصطفٰی ﷺ:

نبی محترمؐ کی ذات سر چشمہ ہدایت ہے۔ نقش پا مصطفٰی کے طفیل انسانیت کو دنیا اور آخرت کا شعور حاصل ہوا ہے۔ مظفر وارثی نے نعتیہ کلام میں جدت کی بنیاد رکھی۔ ان کے کلام کی خاصیت یہ ہے کہ انھوں نے سادہ الفاظ، مختصر فقرات اور عشق و ادب کا خاص خیال رکھا۔ عہد حاضر میں مظفر وراثی کی نعتیہ شاعری روایت سے ہٹ کر ہے۔ نبیؐ کی ذات کے ہر حقیقی پہلو کو منفرد انداز میں بیان کیا۔ مظفر وراثی اپنے شعری مجموعے باب حرم میں ایک نعتیہ نظم "میں جویائے مصطفٰی" میں نبیؐ کی ذات سے عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہیں:

سیاح عرش، نقش کفِ پائے مصطفٰی
کون و مکان سفینہ دریائے مصطفٰی
ایک بوریا نشین نے بانٹی حکومتیں
سیراب کر گیا ہمیں صحرائے مصطفٰی[۷۶]

تُو کُجا من کُجا:

مظفر وارثی اپنے شعری مجموعے باب حرم میں "چہ نسبت خال را با عالمِ پاک" میں عاجزانہ انداز میں نبی ﷺ سے اظہار عقیدت پیش کرتا ہے۔ شاعر اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ آپ ﷺ حقیقت ہیں مگر میں ابھی تک احساس ہوں جب تک آپؐ کے بتائے ہوئے رستے پر عمل پیرا نہ ہو سکا محبت رسول اور حب الٰہی کے تقاضے ادا نہیں کر سکو گا۔

تو حقیقت ہے، میں صرف احساس ہوں
تو سمندر میں بھٹکی ہوئی پیاس ہوں
میرا گھر خاک پر

اور تری رہ گزر سدرۃ المنتہا

تو کجا من کجا ۷۷

بولتا قرآن:

آپ ﷺ کی ذات بولتا قرآن کی مثل ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سر چشمہ ہدایت کہا ہے۔ دنیا اور آخرت کی کامیابیوں کو حاصل کرنے کے لیے جو احکامات اللہ نے قرآن میں بتدریج پیش کیے وہ سب ہمیں آپؐ نے عملی طور پر کر کے دیکھائے۔ دور حاضر کے شعرا نے روایتی عقیدت کے بیاں کی پیروی کے بجائے نبی ﷺ کی ذات اقدس سے جڑے ہر عنصر کو ہر زاویے سے بیاں کرنے کی کوشش کی ہے۔

خاک پر نورِ خدا جسم میں ڈھل کر اُترا
ایک قرآنِ خدوخال بھی ہم پر اُترا
نئے رنگوں سے مرتب سحر و شام ہوئے
چشمِ کونین میں بینائی کا پیکر اُترا ۷۸

سردارِ اعلیٰ رسول ﷺ:

محسن نقوی اپنے شعری مجموعے ردائے خواب میں نبی ﷺ کے بارے میں اپنے قلبی جذبات کا اظہار کرتے ہیں اور زندگی کے ہر موڑ پر نبی ﷺ کی ذات اقدس کو سردارِ اعلیٰ کے مقام پر تسلیم کرتے ہیں ایک شاعر اگر حقیقی معنوں میں اپنی ذمہ داری کا احساس کرے تو اس نتیجے پہنچ جائے گا کہ معاشرے کی اصلاح اور رہنمائی اس کا نصب العین ہونا چاہیے۔ یہی پیغمبرانہ روش ہے

اُس نے جس راہ کو لہو بخشا
میں بھی اس راہ کا مسافر تھا
وہ سردار میں سرِ مقتل
وہ پیمبر اور میں شاعر ۷۹

روشن حوالہ:

نبی ﷺ کی ذاتِ اقدس اُمید کا وہ روشن حوالہ ہے جس کی بدولت انسان کو وہ ڈھنگ ملا جو انسانیت کو ٹوٹ پھوٹ کا شکار نہیں ہونے دیتا بلکہ معاشرے کی بقا اور اصلاح اسی روشن حوالے کی مرہونِ منت ہے۔ ما قبل عہد رسول ﷺ زمانہ جاہلیت اسی روشن حوالے کی منتظر تھی۔ خیر خواہی کے تمام چشمے آپؐ کی ذات اقدس سے پھوٹتے ہیں۔

شکست و ریخت کی اس تیرگی میں
اک یہ اُمید کا روشن حوالہ ہے
کہ اس عہد قتال و جنگ میں
وہ خیر خواہوں کا امامِ اوّل و آخریں
اک بار سب کو یاد آجائے[۸۰]

معراجِ انسانیت:

نبی ﷺ کی شخصیت انسانیت کی معراج ہے۔ آپ ﷺ کے ظہور کی بدولت پستیوں میں دھنسی انسانیت کو عروج نصیب ہوا۔

تاریخ محمد ﷺ کا کفپا ہے
انسان کو معراج ملی اُن کے قدم سے[۸۱]

نعتیہ عناصر کی کوئی حد بندی ممکن ہی نہیں ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ نعتیہ عناصر میں وسعت آئی ہے۔ تا قیامت اس نعتیہ دائرے میں۔

اردو ادب/ نعتیہ شاعری کے عناصر

تعریف و توصیف کی مستحق ہے وہ ہستی جو اسوۂ حسنہ کا منبع اور ایمان کامل کی ترجمان ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی راہ نجات کی وہ تمام شمعیں روشن کرتی ہے جس کی چمک ہی دنیا اور آخرت کی کامیابیوں سے ہمکنار کرتی ہے۔ادب کسی بھی زبان کا ہو اپنے اندر بلا کی وسعت رکھتا ہے۔ عالمی دنیا میں تہذیب یافتہ زبانوں نے جلا پائی ہے۔ زبان چاہے چھوٹی ہی کیوں نہ ہو اپنے معیار کے بل بوتے پر اقوام عالم میں ترقی کی ضامن ہوتی ہے۔ اردو زبان اپنی معیاری، امتیازی حیثیت کے بل پر دنیاے عالم میں خاص مقام رکھتی ہے کیونکہ مہذب الفاظ کا ذخیرہ اس کی امتیازی خصوصیت ہے اور جب ذکر نبی محترم ﷺ کا ہو تو ایک ذاکر کی ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ ایسی صورت میں بہترین الفاظ کا چناؤ اس معیار کا ہونا چاہیے کہ تعریف و توصیف کی مالک ہستی کے مقام و مرتبے میں کوئی کمی نہ ہو۔ اردو نعتیہ شاعری کو مخصوص اصطلاحی مفہوم کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ موضوعاتی لحاظ سے نعتیہ شاعری مخصوص پس منظر رکھتی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ادب میں نعتیہ شاعری کا ساتھ ابتدا سے اب تک اُردو ادب کے شانہ بشانہ سفر میں رہا ہے اور نعتیہ شاعری نے منفرد صنف کی حیثیت سے ادب میں اپنا مقام بنالیا۔

عناصر:

اُردو میں نعت گوئی کا بنیادی محرک مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ نبی کی ذات اور ان کی سیرت کا ذکر کرنا اور اس ذکر کو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھنا مسلمانوں کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ اُن کی ترغیب، تائید اور ترویج مسلمانوں کے ذمہ دارانہ فرائض میں سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں مقیم مسلمان شعراء آپ کی ذات سے اظہارِ محبت کے لیے "نعت" کا سہارا لیتے نظر آتے ہیں جن سے نہ صرف اُن کی نبی کریم سے عقیدت کا اظہار ہوتا ہے بلکہ اُسوۂ حسنہ سے جڑے ہر حوالے کی اشاعت ہوتی ہے۔ اس لیے نعت کے موضوعات کا احاطہ کرنا مشکل عمل ہے۔ نعت کے موضوع کی وسعت کا اندازہ لگانا مجید امجد کے نزدیک مشکل عمل ہے۔ ان کے مطابق بظاہر اس کا تعین بہت آسان لگتا ہے۔ فارسی، عربی، اُردو میں نعتیہ کلام کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ موضوع کی عظمت اور وسعت کا احاطہ کرنا ہر عہد میں دقت طلب کام ہے کیونکہ موضوعات ہر عہد میں روایتی ترتیب کے ساتھ بتدریج ارتقا میں رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو سمیٹنا مشکل ہے۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ اس کی حد بندی ممکن ہی نہیں۔ بقول مجید امجد:

> بظاہر نعت کے موضوع کا تعین بہت آسان نظر آتا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ نعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدح نبی کا نام ہے۔ لیکن عربی، فارسی اور اُردو میں موجود نعتیہ کلام کا بغور مطالعہ کیا جائے تو اس موضوع کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔[50]

نعتیہ شاعری میں عناصر کا احاطہ کرنے کے لیے اس کی تقسیم بے حد ضروری ہے۔ مدحت رسول ایک وسیع موضوع ہے۔ نعتیہ شاعری عناصر کا احاطہ کرتے ہوئے رفیع الدین اشفاق اپنی کتاب میں عناصر کو تین اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک وہ نعت جو عقیدۃً، تبرکاً اور رسماً برائے نام لکھی گئی، دوسری مقصدی نعت جو شعرا نے مستقلاً لکھیں۔ تیسری قسم کو اصلاحی نعت قرار دیں گے۔

نبی اقدس کی مدحت کے حوالے سے نعت کی اجمالی تقسیم درج ذیل ہے۔

۱۔ جسمانی شمائل (چشم، ابر، رُخسار، چہرہ مبارک، زلف مبارک زلفیں)۔

۲۔ آپؐ کے خصائص (خصائل واسوۂ حسنہ، اوصاف حمیدہ)

۳۔ آپؐ سے نسبت۔ (غلامی رسول، شفاعت رسول، رحمت طلبی، دیدار حبیب کی طلب، دیار حبیب میں موت کی حسرت

۴۔ اصلاحی اور مقصدی نعتیہ شاعری (آپؐ کے احکامات اور پیغامات کا فکری اظہار)

نبی ﷺ کی ذات گرامی سے جڑے تمام قولی اور فعلی عوامل ایسے ہیں جو عام انسان کی زندگی کے لیے راہِ ہدایت اور صراطِ مستقیم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ نعتیہ شاعری میں سید المرسلین کی زندگی کے تمام عناصر کو اردو شعراء نے شعری پیرائے کا حصہ بنایا ہے۔ یہ الفاظ نہ صرف ایک شاعر کی قلبی عقیدت، محبت اور قربتِ رسولؐ کے گواہ ہیں بلکہ قاری کی نبیؐ سے قربت، دلی وابستگی اور وجدان کی آواز کے ترجمان ہیں۔

اُردو ادب میں اُردو نعتیہ شعری روایت کے عناصر کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ نعتیہ شاعری نے ہر عہد میں بتدریج ارتقائی سفر طے کیا ہے۔ ابتدائی عہد کی نعتیہ شاعری کے اہم عناصر میں نبی ﷺ کی مدحت عشقیہ انداز و بیان سے کی جاتی تھی۔ مثل عاشق جو اپنے محبوب کے حسن کا قصیدہ گو ہو۔ اس عہد کے شعرا نے آپؐ کے صوری محاسن یعنی آپؐ کی زلفیں، حسن، قد مبارک، چشم مبارک کو عقیدت واحترام کے انداز سے نعتیہ شاعری کا حصہ بنایا جبکہ دور جدید کے شعرا کے نعتیہ اشعار میں اصلاحی اثرات واضح نظر آتے ہیں۔ انھوں نے نعتیہ شاعری کو زندگی سے جڑے بامقصد مضامین سے مالا مال کیا۔ آپؐ کی زندگی سے جڑے تمام افعال کو نعتیہ شاعری کا حصہ بنایا۔ عہد جدید کے نعتیہ نمونوں کا جائزہ لیا جائے تو آپؐ کی ذات گرامی سے جڑے تمام عناصر کا ذکر ہوا ہے۔ جو بامقصد زندگی کی اصلاح کے لئے ضروری ہے۔ عہد جدید کے شعرا نے نعتیہ شاعری کو روایتی حد بندی سے آزاد کروایا۔

اس کے بعد آنے والے دور حاضر کے شعرا نے اسی روش کی تقلید کی اور اُردو شاعری نے ترقی کا سفر جاری رکھا عہد حاضر کے شعرا نے قدیم شعرا کی مثل مدحت، عقیدت جذبات کی رُو میں بہہ کر نہیں کی بلکہ اُنھوں نے دور جدید کے شعرا کی طرح نبی ﷺ کی زندگی کے تمام عوامل اور عناصر کو مد نظر رکھا۔ دور حاضر کے شعرا نے نعتیہ شاعری کے ذریعے انسانیت کی بقا، فلاح، اور اصلاح کا فریضہ انجام دیا۔ انھیں شعرا نے نبی ﷺ کی ذات سے حاصل ہونے والی تعلیمات کو انسانیت کی بقا، انسان دوستی کے عناصر کو خاص عقیدت واحترام کے پیرائے میں بیان کیا۔ تاکہ معاشرتی اصلاح مسلم خطہ ارض تک محدود نہ رہے بلکہ تمام انسانیت کے لئے ہو۔

یوں نعتیہ شاعری کا یہ ارتقائی سفر بتدریج پروان چڑھتا رہا۔ اُردو ادب کی تاریخ میں ماضی سے لے کر تا حال بطور موضوعاتی صنف نعت گوئی نے ہر لحاظ سے ترقی پائی ہے۔ جلیل عالی اُردو نعتیہ شاعری کے میدان میں عہد حاضر کے وہ شاعر جو اپنی سنجیدہ اور بامقصد شاعری کو انسانیت کی بقا اور اصلاح کے لیے پیش کرتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ اشفاق احمد، جلیل کی شاعری کا فکری اور فنی مطالعہ (مقالہ برائے ایم فل، علامہ اقبال اُوپن یونی ورسٹی، ۲۰۱۲ء) ص ۱۴۔

۲۔ جلیل عالی، خواب دریچہ (راولپنڈی: گندھارا بکس خالدہ سردار پلازہ سید پور روڈ، ۱۹۸۵ء)، ص ۶۔

۳۔ نوازش علی، ’’ جلیل عالی کی شعری شناخت‘‘ مشمولہ فنون، شمارہ ۲۵۰ (نومبر، دسمبر ۱۹۸۶ء)، ص ۲۷۴۔

۴۔ پروفیسر نجمی صدیقی، ’’جلیل عالی کی غزل کا نیا لہجہ ‘‘ مشمولہ چہارِ سو ج ۹، ش (جولائی تا اگست)، ص ۷۸۔

۵۔ احمد جاوید، ’’جلیل عالی کی غزل‘‘ مشمولہ ارتقا نمبر ۴۷، ص ۲۱۸۔

۶۔ جیلانی کامراں، ’’ پس الفاظ‘‘ مشمولہ تشکیل ج، شمارہ ۱۸، ۱۹ (جولائی تا دسمبر)، ص ۲۹۴، ۲۹۳۔

۷۔ ایضاً۔

۸۔ احمد جاوید، ’’ جلیل عالی کی غزل‘‘ مشمولہ نیرنگ خیال ج ۷۸، ش ۹ (سال نامہ ۲۰۰۲) ص ۔

۹۔ آفتاب شمیم، ’’شوق ستارہ جلیل عالی‘‘ مشمولہ سہ ماہی ادبیات۔

۱۰۔ خاور اعجاز، ’’لفظ مختصر سے مرے‘‘ (اسلام آباد: شاخسار پبلشرز ۲۰۱۵ء)، ص ۱۴۔

۱۱۔ علیم ناصری، ’’ خواب دریچہ‘‘ مشمولہ فانوس لاہور ج ۵۱، ش ۳ (۲۰۱۲ء) ص ۲۵۹۔

۱۲۔ سرور کامراں، ’’ خواجہ دریچہ اور عہد حاضر ‘‘ مشمولہ ادبیات ،ج ۴، ش، ۱۳، ۱۴، ۱۵ (اکادمی ادبیات) ص ۴۵۹۔

۱۳۔ انور مسعود، تقریب (مجموعہ مضامین) (لاہور: گوار پبلشرز ۱۹۹۷ء) ص ۱۳۶۔

۱۴۔ ڈاکٹر یونس شیخ، شوق ستارہ مشمولہ ماہنامہ نیرنگ خیال، (۲۰۰۹ء)، ص ۲۰۲۔

۱۵۔ ڈاکٹر مجید امجد، ’’جلیل عالی کا شوق ستارہ‘‘ مشمولہ ماہنامہ بیاض، ص ۳۹۔

۱۶۔ ڈاکٹر افتخار مغل، ’’عرض ہنر سے آگے ‘‘ مشمولہ سنمبل جلد ۲، ش ۴، ۳ (جنوری تا جون ۲۰۰۸ء)، ص ۴۲۵۔

۱۷۔ محمد جلیل عالی، نور نہایا رستہ (راولپنڈی: حرف اکادمی، ۲۰۱۸ء) ص ۲۲۔

۱۸۔ عبدالحفیظ بلیاوی، مصباح للغات (لاہور: ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی)، ص ۸۸۱۔

۱۹۔ سید احمد بریلوی، فرہنگ آصفیہ جلد ۴ (دہلی: نیشنل اکاڈمی ۱۹۷۴ء)، ص ۵۷۹۔
۲۰۔ غیاث الدین، غیاث للغات (کان پور: رزاق پریس ۱۳۳۲ء)
۲۱۔ نور الحسن نیر کارکوروی، نور للغات (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۱۹۹۸ء)، ص ۸۳۳۔
۲۲۔ محمد حسن مشاہد رضوی، مفتی اعظم کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی مطالعہ (ممبئی: رضا اکیڈمی ۲۰۱۵ء)، ص ۷۳۔
۲۳۔ رفیع الدین اشفاق، اُردو میں نعتیہ شاعری (کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ ۱۹۷۶ء)، ص ۲۱۔
۲۴۔ ایضاً۔
۲۵۔ ایضاً، ص ۲۴۔
۲۶۔ علامہ اقبال، بانگ درا (دہلی: کتب خانہ حمیدیہ گڑھیا اسٹریٹ، ۱۹۹۰ء) ص ۱۵۷۔
۲۷۔ ایضاً، ص ۱۵۸۔
۲۸۔ علامہ اقبال، بال جبریل (لاہور: تاج کمپنی لمٹیڈ برانڈرتھ روڈ، ۱۹۳۵ء) ص ۱۲۸۔
۲۹۔ علامہ اقبال، بانگ درا (دہلی: کتب خانہ حمیدیہ گڑھیا اسٹریٹ، ۱۹۹۰ء) ص ۱۰۸۔
۳۰۔ ایضا، ص ۱۴۹۔
۳۱۔ ایضاً، ۱۴۹۔
۳۲۔ علامہ اقبال، بال جبریل (لاہور: تاج کمپنی لمٹیڈ برانڈرتھ روڈ، ۱۹۳۵ء) ص ۱۵۴۔
۳۳۔ رفیع الدین اشفاق، اُردو میں نعتیہ شاعری (کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ ۱۹۷۶ء)، ص ۱۲۵۔
۳۴۔ ایضاً، ص ۱۷۸۔
۳۵۔ فرمان فتح پوری، اُردو کی نعتیہ شاعری (کراچی: حلقہ نیاز نگار، ۱۹۷۴ء) ص ۴۸۔
۳۶۔ صبیح رحمانی، اردو نعت کی شعری روایت (کراچی: اکادمی بازیافت، ۲۰۱۶ء)، ص ۷۸۔
۳۷۔ ایضاً، ص ۷۹۔
۳۸۔ ایضاً، ص ۹۴۔
۳۹۔ ایضاً۔
۴۰۔ غواصی، ''طوطی نامہ'' مشمولہ مجلس اشاعت دکنی مخطوطات مرتبہ سعادت علی رضوی (حیدر آباد: ادارہ ادبیات اُردو، ۱۹۳۸ء) ص ۱۴۰۔
۴۱۔ ملاء وجہی، قطب مشتری (نئی دہلی: انجمن ترقی اُردو ہند، ۱۰۱۸ء) ص ۹۔
۴۲۔ طبعی، مثنوی بہرام گل (حیدر آباد دکن: کتب خانہ آصفیہ) ص ۴۔

۴۳۔ لطف علی خان، دیوان لطف (بمبئی: مطبع حیدری، ۱۳۰۱ھ) ص ۵۸۔

۴۴۔ ایضاً، ص ۵۸۔

۴۵۔ ایضاً، ص ۵۹۔

۴۶۔ ایضاً، ص ۵۵۔

۴۷۔ رفیع الدین اشفاق، اُردو میں نعتیہ شاعری (کراچی اکیڈمی، ۱۹۷۶ء) ص ۲۲۶۔

۴۸۔ ایضاً، ص ۱۵۶۔

۴۹۔ محی الدین زور، تذکرہ اُردو مخطوطات (حیدر آباد: ادارہ ادبیات اُردو ۱۹۹۶ء) ص ۴۳۔

۵۰۔ شاہ محمد "وفات نامہ سرور کائنات مخطوطہ" مشمولہ تذکرہ اُردو مخطوطات مرتبہ ڈاکٹر محی الدین قادری زور (حیدر آباد دکن: کتب خانہ ادارہ اُردو، ۱۹۴۲ء) ص ۴۔

۵۱۔ جنونی، "قصیدہ معجزہ" مشمولہ تذکرہ اُردو مخطوطات مرتبہ ڈاکٹر محی الدین قادری زور (حیدر آباد دکن: کتب خانہ ادارہ اُردو اعظم اسٹیم پریس، ۱۹۴۳ء) ص ۴۳۔

۵۲۔ رفیع الدین اشفاق ، اُردو میں نعتیہ شاعری (کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ ، ۱۹۷۶ء)، ص ۳۵۶۔

۵۳۔ ایضاً، ص ۳۵۴۔

۵۴۔ مولانا سید سلیمان ندوی، مقدمہ مسدس حالی (دہلی: صدی ایڈیشن ناشران حالی پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۳۵ء) ص ۱۸۔۱۹۔

۵۵۔ ایضاً، ص ۲۳۔

۵۶۔ ایضاً، ص ۲۲۔

۵۷۔ مولانا الطاف حسین حالی، کلیات حالی، ص۔

۵۸۔ مولوی سید علی حیدر صاحب نظم طباطبائی، مجموعہ نظم طباطبائی (دہلی: فالکن کیفے بالٹی کھیت دار الشفاء) ص ۳۹۔

۵۹۔ علامہ اقبال، بانگ درا (اکادمی کلیات، ۲۰۱۸ء)، ص ۲۷۶۔

۶۰۔ مولانا ظفر علی خان، بہارستان (لاہور: اُردو اکیڈمی پنجاب لاہوری دروازہ، ۱۹۳۷ء) ص ۳۲۔

۶۱۔ علامہ اقبال، بال جبریل (اکادمی کلیات، ۲۰۱۸ء) ص ۴۴۰۔

۶۲۔ مولانا ظفر علی خان، نگارستان (لاہور: پبلشرز یونائیٹڈ چوک انارکلی، ۲۰۰۰ء)، ص ۲۱۳۔

۶۳۔ ایضاً، ص ۲۲۲۔

۶۴۔ ابواثر حفیظ جالندھری، شاہنامہ اسلام (لاہور: لالہ گوپال داس مینجر مرکنٹائل پریس، ۱۹۳۳ء)، جلد اوّل، ص ۳۶۔۳۷۔

۶۵۔ ایضاً، جلد اوّل، ص ۱۴۲۔۱۴۳۔

۶۶۔ بہزاد لکھنوی، کنز الایمان (لاہور: مطبوعہ اُردو اکیڈمی لاہور، ۱۹۳۴ء) ص ۱۵۔

۶۷۔ ابواثر حفیظ جالندھری، شاہنامہ اسلام، ص ۲۴۔

۶۸۔ ایضاً، جلد اوّل، ص ۲۴۳۔

۶۹۔ ذکر جمیل (حیدر آباد دکن: مطبوعہ اسٹیم پریس) ص ۸۰۔

۷۰۔ ابواثر حفیظ جالندھری، شاہنامہ اسلام، جلد چہارم، ص ۱۱۲۔

۷۱۔ ایضاً، جلد چہارم، ص ۱۱۴۔

۷۲۔ ایضاً، جلد دوم، ص ۱۰۸۔

۷۳۔ مولانا سید سلیمان ندوی، مقدمہ مسدس حالی (دہلی: صدی ایڈیشن ناشران حالی پبلیشنگ ہاوس، ۱۹۳۵ء)، ص ۱۲۸۔۱۲۹۔

۷۴۔ رفیع الدین اشفاق، اُردو میں نعتیہ شاعری (کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۷۶ء) ص ۴۲۱۔

۷۵۔ ایضاً، ص ۴۲۱۔۴۲۲۔

۷۶۔ مظفر وارثی، باب حرم (لاہور: ماورا پبلشرز بہاول پور روڈ، ۱۹۸۴ء)، ص ۳۲۔

۷۷۔ ایضاً، ص ۴۳۔

۷۸۔ ایضاً، ص ۴۶۔

۷۹۔ محسن نقوی، ردائے خواب (لاہور: بہاول پور روڈ، ۱۹۸۵ء) ص ۱۷۔

۸۰۔ صبیح رحمانی، اُردو نعت کی شعری روایت (کراچی: بازیافت، ۲۰۱۶ء)، ص ۵۴۶۔

۸۱۔ ایضاً، ص ۵۴۶۔

باب دوم:

جلیل عالی کی غزلوں میں نعتیہ عناصر

باب دوم:

جلیل عالی کی غزلوں میں نعتیہ عناصر

جلیل عالی کی غزل میں نعتیہ عناصر:

ہر بڑی ادبی روایت کے پس پردہ کوئی نہ کوئی تہذیبی اور فکری سوچ موجود ہوتی ہے اور اس تہذیبی اور فکری روایت سے ابھرنے والا انسان کسی بڑی مذہبی شخصیت سے اپنے خدوخال ترتیب دیتا ہے جیسے بدھ مت کے تصور انسان کے پیچھے گوتم بدھ کی شخصیت موجود اور ہے اور مسیحی ادبی روایت کے پیچھے حضرت عیسیٰؑ کی شخصیت کے خدوخال کارفرماں ہیں َیہودی فکری روایت کے پیچھے حضرت موسیٰؑ کی شخصیت موجود ہے اسی طرح اسلامی فکری تہذیبی روایت سے ابھرنے والے انسان کی شخصیت میں اخلاقی اور روحانی اقدار کا سرچشمہ نبی ﷺ کی ہستی ہے جب تمام سرچشموں کا منبع نبی ﷺ کی ذات ہے تو پھر عقیدت مندوں، وفاشعاروں، پیروکاروں، کے لیے یہ سعادت کی بات ہے کہ وہ آپ ﷺ کی ذات سے جڑے تمام حوالوں کو بیاں کرنا اپنے لیے اہم سمجھتے ہیں۔ اُردو ادبی شعری روایت کے اندر ابتد سے اب تک (عہد حاضر) شعرا کی ایک بڑی تعداد اسلامی فکری تہذیبی روایت سے جڑے ہیں اُنھوں نے نبی ﷺ کی ذات اقدس کے حوالے سے عقیدت، مدحت، پاسداری، وفاشعاری کو لفظوں کے پیرائے میں مقید کر کے عقیدت مندوں کے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ غزل شاعری کی مقبول شعری صنف ہے۔ عہد کوئی سا بھی ہو غزل اپنی داخلی خصوصیات بوجہ ہیت پسندیدہ صنف رہی ہے۔ نعتیہ شاعری میں سب سے زیادہ شعرا نے غزل کی صنف کو اظہار عقیدت کا ذریعہ بنایا۔ تاریخی پس منظر سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ نعتیہ شاعری کو غزل کی ہیت میں لکھنے والے شعرا کی ایک بڑی تعداد ہے ۔ دور حاضر کے شاعر جلیل عالی کا نام بھی اس فہرست میں آتا ہے۔ مثنوی، نظم، طویل نظم، پابند اور آزاد نظم اور غزل ان تمام اصناف میں جلیل عالی نے نعتیہ شاعری میں طبع آزمائی کی ہے۔ لیکن غزل کی ہیت میں ان کے ہاں نعتیہ شاعری کے نمونے کثیر دکھائی دیتے ہیں جلیل عالی کی نعتیہ غزلیں اسلامی طرز فکر ادبی پیرایے کے ساتھ معنویت، سوز گداز، والہانہ وابستگی کی ترجمان ہیں۔

غزل شاعری کی ایک خاص صنف ہے۔ جس میں موضوعات کی وسعت پائی جاتی ہے۔ ہر شعر اپنا ایک الگ موضوع رکھتا ہے۔ ایک شاعر مختلف موضوعات کو ایک ہی غزل کے اندر سما سکتا ہے۔ یہی غزل کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ جلیل عالی نے اپنی فکری، تخلیقی واردات کو غزل کے پیرائے میں خوبصورتی سے ہر مجموعہ کے اندر سمونے کی کو

شش کی ہے۔آپ کی غزلیہ شاعری میں جہاں بے شمار موضوعات میں احساس، فکر، مشاہداتی نظر کا گمان ہوتا ہے۔وہیں انسان اور انسانی معاشرے سے گہری وابستگی اور معاشرتی اصلاح کے لئے آپ کی دلچسپیاں قابل غور ہیں۔اس لئے کہ آپ کے اشعار ان فکار ہی کی طرف اشعار کرتے ہیں۔جو حقیقتاً اسلامی معاشرے اور انسانی معاشرے کی بقا کے لئے ضروی ہے۔

جلیل عالی کی شاعری کا محور عشق رسولِ ﷺ ہے۔جس کے جلوے آپ کی نعتیہ شاعری میں نظر آتے ہیں۔آپ کی نعتیہ غزلوں کوپڑھ کران کی جذباتی کیفیات، داخلی اضطرابی کیفیات کوپرکھا جاسکتا ہے جوپڑھنے والوں کے لئے زبان وبیان، فکر وفن، اظہار وابلاغ، تاثیر وتاثر میں منفرد حیثیت رکھتی ہیں۔

ماضی میں نعتیہ شعری انداز جو تحدید کا شکار رہا عہد جدید کے شعرا حالی، اقبال، مولانا ظفر علی خاں کے انداز و بیان نے اسے موضوعات کی وسعت بخشی اور تاحال آنے والے شعرا نے انھیں کی پیروی کی ہم دیکھتے ہیں کہ نبی ﷺ کی ذات اقدس سے جڑے تمام عناصر کو شعرا نے نعتیہ شاعری کا حصّہ بنایا۔اقبال کے افکار اسلامی تہذیبی روایت سے گہرے منسلک ہیں۔ان کی شاعری میں اسلامی تہذیبی روایت کی اصلاح اور بقا نبی ﷺ کی ذات سے جڑے رہنے میں ہی ہے۔اس لئے انھوں نے عالم اسلام کی بقا، تعلیمات رسول ﷺ، فضیلت رسول ﷺ، احیائے عالم اسلام کی کامرانیوں کا راز محمد مصطفی ﷺ سے جڑے رہنے کو کہا ہے۔یہی فکر عہد حاضر میں دیکھی جائے تو جلیل عالی کے ہاں اقبال کی افکار کی تقلید نظر آتی ہے۔کیونکہ جلیل عالی کی افکار کی جڑیں اقبال کی طرح اسلامی تہذیبی فکری روایت سے جڑی ہیں۔اس لئے ہم جلیل عالی کے ہاں نبی ﷺ کی ذات سے جڑے بے شمار عناصر کو ان کی شاعری میں سامنے آتے ہیں۔

جلیل عالی کی شاعری کے مجموعے خواب دریچہ ۱۹۸۵ء شوق ستارہ ۱۹۹۸ء عرض ہنرسے آگے ۲۰۰۱ء نور نہایا رستہ ۲۰۱۸ء میں ہم نبی ﷺ کی شخصیت سے جڑے بے شمار عناصر ملتے ہیں۔جس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ جلیل عالی کی افکار کا مرکز نبی ﷺ کی شخصیت ہے۔جو نہ صرف عالم اسلام بلکہ اقوام عالم کی بقا کا باعث ہے۔جلیل عالی کے تمام مذکورہ مجموعوں سے جن عناصر کا احاطہ کیا گیا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

فیضان نعت ، سراپا رسول ﷺ ، سیرت رسول ﷺ ، عشق رسول ﷺ

فیضان رسول ﷺ ، مسرت اظہار، دعائیہ انداز ، خیر و کثیر ، حکمت رسول ﷺ حوصلہ

عظمت رسول ﷺ ، وابستگی رسول ﷺ،

شہر حبیب یاد رسول ﷺ اسوہ حسنہ، بلندی کردار ، غلامی رسول ﷺ ، شفاعت رسول ﷺ ،

رحمت رسول ﷺ تعلیمات رسول ﷺ ، ہجر رسول ﷺ

جلیل عالی کی غزل میں بلاواسطہ (راست) نعتیہ عناصر

غزل اپنے اندر عمیق معانی اور مفہوم رکھتی ہے۔ جو کہ نہایت تربیت یافتہ مہذب تخلیقی ذہن کی کاوش ہے۔ غزل ہی کو دیکھ لیجئے ماضی، حال دونوں زمانوں میں نعتیہ شاعری سب سے زیادہ کی گئی ہے۔ عہد حاضر کے شاعر جلیل عالی کی غزلیہ شاعری میں نعتیہ رنگ جابجا نظر آتا ہے۔ نبی ﷺ کی ذات اقدس سے امت محمدیہ کا تعلق بہت گہرا ہے اور یہی وجہ ہے کہ شعرا نے آپ ﷺ کی زندگی کے تمام عناصر کا احاطہ کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ جلیل عالی کی شاعری کے اندر بھی نبی ﷺ ختم المرسلین کی ذات سے جڑے عناصر کا ذکر ملتا ہے۔ شاعر نے ان عناصر کو بعض جگہ بلاواسطہ شعری پیرائے میں بیاں کیا ہے اور بعض جگہ بالواسطہ طریقہ اپنایا ہے۔

نعتیہ عناصر سے مراد وہ حوالے ہیں جو محمد مصطفی کی ذات اقدس سے جڑے ہیں۔ ان کا ہماری زندگی پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ ہر دور میں اُردو شعری ادب کے کثیر تعداد شعرا نے اِن عناصر کو نبی ﷺ کی ذات سے اظہار عقیدت کے طور پر شاعری کا حصہ بنایا ہے۔ جلیل عالی کی شاعری میں یہ نعتیہ عناصر بلاواسطہ (راست)، بالواسطہ (براہ راست) ملتے ہیں۔

نعتیہ عناصر کے حوالے سے ڈاکٹر طاہر تنولی اپنی کتاب '' ہماری نعتیہ شاعری میں نعتیہ عناصر سقوطِ ڈھاکا'' کے باب نمبر دوم میں جہاں نعت اور نعتیہ عناصر کی توضیحات کرتے ہیں۔ وہی لفظ نعت کے اصطلاحی مفہوم کے ساتھ ساتھ نعتیہ عناصر کی تقسیم کا ذکر کرتے ہوئے انھیں دو اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔ بلاواسطہ نعتیہ عناصر اور بالوسطہ نعتیہ عناصر اسی تقسیم کو مد نظر رکھتے ہوئے جلیل عالی کی نعتیہ شاعری کی تقسیم کی جائے گی تاکہ نعتیہ شاعری کے عناصر کے ذریعے جلیل عالی کی فکر کا احاطہ کیا جائے اور عناصر کو بتدریج بیان کیا جائے۔

غزل میں بلاواسطہ نعتیہ عناصر سے مراد وہ حوالے جن میں براہ راست نبی ﷺ کا نام لے کر اُن سے عقیدت کا اظہار کیا جائے۔ اِن میں نبی ختم المرسلین کے فضائل، خصائص کو بیاں کیا جائے۔ اِس تعریف کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر جلیل عالی کی شاعری کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ان کے ہر شعری مجموعے میں بلاواسطہ نعتیہ عناصر موجود ہیں۔

بلاواسطہ (راست) نعتیہ عناصر کے نمونے

عظمت رسول ﷺ:

نبی ﷺ کی عظمت کا عالم یہ ہے کہ آپ کو خدا نے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنایا۔ آپ کا مقام و مرتبہ، قول و فعل اور تعلیمات عظمت رسول ﷺ کی اہم مثالیں ہیں۔ آپ کی ذات کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ آپ آئینہ قرآن، عقل برہان عشق عرفان کا عملی نمونہ ہیں۔ مسلمان چاہیے دنیا کے کسی بھی خطے سے تعلق رکھتے ہوں عظمت رسول کے گرویدہ ہیں۔ واحد رسول کی ذات ہے جو کل انسانیت کے لئے عظمت کا پیکر ہیں۔ عظمت رسول کے حوالے سے جلیل عالی کی شاعری میں راست بہت مثالیں ملتی ہیں۔

وہ جس کا شوق سوچوں میں ستارے ٹانکتا ہے
اُسی کے نام ہیں عالی مرے اظہار سارے[1]

ہم اُس کوچے سے نسبت کی خوشی کیسے سنبھالیں
ہمارا نام اُس کے خار خس میں آگیا ہے[2]

یہ تو اک اسم کی برکت ہے کہ ہم خاک نشیں
سیر ہر ثابت و سیارے کئے جاتے ہیں[3]

خدا نے اُس کو سونپی دو جہاں کی بادشاہی
اور اُس کے دل پر آئینہ کیے اسرار سارے[4]

اُس کی عظمت سے پگھلتی ہیں انائیں کیا کیا
اُس کی چاہت میں نکھرتی ہیں وفائیں کیا کیا[5]

وہ عشق عرفان ہے وہ عقل برہان ہے
ہر فکر و عمل اُس کا آئینہ قرآن ہے[6]

اک صورت تعمیر کہ جھلکی سر قرآن
روشن ہوئی مینارہ سیرت سے زیادہ[7]

جلیل عالی عہد حاضر کی شاعر ہیں۔ ان کے ہاں وہی روش موجود ہے جو دورِ جدید کے شعرا کے نعتیہ کلام کا خاصہ تھی۔ انھوں نے روایت سے ہٹ کر آپ ؐ کی ذاتِ اقدس کے حوالوں کو نہایت باریک بینی سے نہ صرف مشاہدہ کیا بلکہ اُن کا اظہار اپنے کلام میں کیا۔ اسی طرح دورِ جدید کے شاعر حالی کے ہاں عظمتِ رسول ؐ کے عنصر کو یوں بیان کیا گیا ہے:

ہوئے محو عالم سے آثار ظلمت
کہ طالع ہوا ماہ برج سعادت
نہ چھٹکی مگر چاندنی رات ایک رات
کہ تھا ابر میں ماہتابِ رسالت [۸]

مذکورہ بالا اشعار جلیل عالی کے مختلف مجموعوں سے لئے گئے ہیں۔ اِن تمام اشعار میں عظمت رسول ﷺ کا عنصر نمایاں نظر آتا ہے۔ جلیل عالی نے عظمت رسول ﷺ کو عقیدت واحترام سے شعری پیرائے کا حصّہ بنایا ہے۔ اور ہر شعر مفہوم اور معنی میں عظمت رسول ﷺ کی براہ راست مثالیں ہیں۔

حب رسول ﷺ:

حب رسول ﷺ کا جذبہ ہر امتی کی حیات کا وہ رہنما اُصول ہے جو دنیا و آخرت میں کامیابی کا ذریعہ ہے۔ جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ مسلمانوں کو محبتِ رسول ؐ کی ترغیب قرآن اور حدیث سے بھی ملتی ہے۔ کامل مومن ہونے کا تقاضا ہے کہ ہمیں نبی ؐ کی ذات اقدس کو اپنے گھر والوں یعنی بیوی بچوں سے بھی زیادہ عزیز رکھنا ہے۔
حدیث نبوی ہے:

> اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم میں سے کوئی اُس وقت مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے اہل وعیال، اسکے مال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہر جاؤں۔ [۹]

جلیل عالی کی شاعری میں حب رسول ؐ کے تقاضے مکمل طور پر نظر آتے ہیں۔ محبت عملی ہو یا فعلی ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے محبت کی زیادہ حق دار نبی ﷺ کی ذات ہے۔

قریہ خواب کہ جس نور نہایا ہوا ہے
ہم اُسی سے یہ شب و روز اجالے ہوئے ہیں [۱۰]

آہنگ شب و روز کے نرنگ سے آگے
دل ایک گل خواب کی خوشبو میں بسا ہے[11]

تیری محبت بھید سجھائے
کیا کیا دھیرے دھیرے مجھ کو[12]

حالیؔ کے نعتیہ کلام میں محبت، خلوص، جذبہ و شوق پایا جاتا ہے۔ حبِ رسولؐ کے لیے وہ اپنی ذات کو بھی فراموش کر دیتا ہے اور نبیؐ سے جڑے تمام تعلقات کو اہمیت دیتا ہے۔ یہ تعلق چاہے دین سے ہو یا محمدؐ سے ہو یا اُمتِ محمدی سے ہو ہر دلعزیز لکھتا ہے۔ اس سلسلے میں حالیؔ نے ۱۸۸۱ء میں شکوہ ہند لکھا۔ اس میں انھوں نے اسلامی محاسن اوصاف کے ختم ہو جانے ذکر یوں کیا:

یہ برکتیں ہاں چھوڑ کر ہم اپنی جائیں گے بہت
ہم نہ ہوں گے پر نصیحت ہم سے پائیں گے بہت[13]

حالیؔ کا حبِ رسولؐ کا یہ انداز اچھوتا ہے۔ اس لیے کہ وہ ماضی کی طرح محبت کا انداز روایتی طریق سے نہیں کرتے بلکہ آپؐ کی بتائی ہوئی تعلیمات اور اچھے محاسن پر عمل پیرا ہونا اور اُس کی ترویج کرنا ہی محبت اور عقیدت کے اظہار کا بہترین انداز ہے۔ اگر جلیل عالی کے مذکورہ بالا اشعار کا جائزہ لیا جائے تو یہی روش ان کے ہاں بھی پائی جاتی ہے۔ جلیل عالی جب یہ کہتے ہیں "تیری محبت بھید سجھائے" ان سے مراد محاسن ہیں جن پر ہم عمل پیرا ہو کر محبت کا اصل حق ادا کر سکتے ہیں۔

محبت ایک فطری جذبہ ہے جسے علم و عقل کی راست شاہراہ میسر آجائے تو محبت عبادت بن جاتی ہے۔ محبت کیسی شرح اُسے تمام کیفیات سے ممتاز کرتی ہے۔ عقل و شعور کی آنکھ سے فیصلہ کیا جائے تو نبی ﷺ سے محبت ہی وہ واحد ذریعہ ہے جو علم و عقل کا منبع ہے۔ جلیل عالی کے ان اشعار میں نبی ﷺ سے بلاواسطہ اظہار محبت اسی فکر کی ترجمانی ہے ۔ محبت بھید سجھائے کا عمل ہو یا محبت روشنی جان ہونے کی طرف اشارہ ہو نبی ﷺ کی ذات ،صفات، معمولات اور تعلیمات محبت کے تمام تقاضے پورے کرتی ہیں۔ آپ ﷺ سے جلیل عالی کی محبت اشعار میں جامع اور پر سوز انداز میں پیش کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"فرما دیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ خدا تم کو دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا"۔[14]

حدیث: "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

تم میں سے کوئی آدمی مومن نہیں ہو سکتا جب تک ان کے دل میں میری محبت ماں باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔[۱۵]

یاد رسول ﷺ:

آپؐ کی ذات زندگی کے ہر مرحلے میں صراط مستقیم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم آپؐ کی ذات سے غافل نہیں ہو سکتے۔ مسلمان کو زندگی کے ہر مشکل مقام پر آپؐ کی یاد آتی ہے۔ آپؐ کی ذات وہ مہکتا رستہ ہے جو یاد کی صورت شعور ولا شعور پر حکومت کرتا ہے۔ ماضی کی یاد ہر انسان کے لیے فطری عمل ہے۔ مگر یہی عمل اگر یاد رسول ﷺ سے وابستہ ہے تو ایصال ثواب کا باعث بن جاتا ہے۔

تنہائی میں یاد تمھاری
پھولوں پھول مہکتا رستہ[۱۶]

دل کے ویرانے میں تیری یاد کی شادابیاں
وقت کے صحرا میں نخلستاں کی صورت[۱۷]

اپنے ہونے کی اہانت نہیں ہم کر سکتے
سو تیری یاد سے غفلت نہیں ہم کر سکتے[۱۸]

اک تاریک مکان دل مرا
یاد تیری تنویرے مجھ کو[۱۹]

اشکوں کی راونی میں یہی ورد زبان ہے
آقاؐ مرے آقاؐ مرے آقاؐ مرے آقاؐ مرے[۲۰]

مولانا احمد رضا خان بریلوی کے نعتیہ کلام میں نبی پاکؐ سے عقیدت اور محبت کا اظہار ملتا ہے۔ ان کا دیوان حدائق بخشش شروع سے آخر تک یادِ رسولؐ اور محبت رسولؐ سے بھرا ہوا ہے۔ نبی رحمتؐ سے جڑی یاد کو کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

اِن کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیے ہیں[۲۱]

اس شعر میں شاعر یاد کو "مہک" سے تعبیر کر رہے ہیں اور اگر ہم مذکورہ بالا جلیل عالی کے اشعار پر نظر ڈالیں تو "مہکتا رستہ" میں بھی یادِ رسول کا عنصر نمایاں ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا اشعار میں یاد رسول ﷺ کے عنصر کی بہت سی مثالیں ملتیں ہیں۔ جلیل عالی کے اشعار میں نبی ﷺ کی ذات وہ مہکتا رستہ ہے جو صحرا میں نخلستاں کی مانند ہے۔ آپ ﷺ کی یاد سے غفلت خود کی اہانت کا باعث ہے جو کہ ایک اسلامی فکر رکھنے والے فرد کا شعار نہیں۔ اس لئے شدت غم میں جلیل عالی محبت کے تقاضے پورے کرتے ہیں اور یاد رسول ﷺ کو نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں بے ساختہ پکار اُٹھتے ہیں۔ مرے آقاؐ مرے آقاؐ۔

فیضانِ رسول ﷺ:

نبی ﷺ کی شخصیت کا یہ فیض ہے کہ انسانیت روشنیوں، کامرانیوں، محبتوں، صداقتوں اور کامیابیوں سے آشنا ہے۔ آپ ؐ کی آمد سے پہلے ساری دنیا پر تاریکی کے سایے تھے مگر نبی کی ہستی واحد ہے جس کے فیضان کی بدولت نہ صرف کل انسانیت بلکہ خاص طور پر مسلم امت اعلیٰ اخلاق اور معاشرتی اور معاشی کامیابیوں کی صراط مستقیم نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ کی ذات کا یہ فیض ہے کہ اگر آپ ؐ کی ذات سے کوئی ایک اُصول لے لیا جائے مستقل مزاجی اور مداومت عمل کا رویہ اختیار کیا جائے کبھی ناکامی سے سامنا نہیں ہو گا۔

ہمیں اُس حکمت دوراں کا ایک نکتہ بہت ہے
تمنا ہے اُلٹ دیں وقت کے داو تو آو[۲۲]

وہ کراں تابہ کراں پھیلتے منظر کی طرح
اُس کو لفظوں کے دریچوں میں سجاوں کیسے[۲۳]

دسترس اُس کی نگاہوں کی کراں تابہ کراں
وہ تجسس کے لئے آخری منزل کا نشان[۲۴]

اُس رحمت عالم کے اگر فیضان نہیں ہوتے
ہم آدمی رہتے کبھی انسان نہیں ہوتے[۲۵]

اُس خلق مثالی سے اگرفیض نہ پاتی
تہذیب نے آداب نکھارے کہاں ہوتے[۲۶]

نبی ﷺ کی ذات وحیات فیض ہی فیض کا باعث ہے۔مذکورہ بالا اشعار میں راست آپ ﷺ کے فیضان کے عکس دیکھائی دیتے ہیں۔نبی ﷺ کی ذات سے حاصل ہونے والا فیضان ہر زمانے اور ہر علاقے کی کامیابی کا باعث ہے۔جلیل عالی نے آپ ﷺ کی ذات کو خلق مثالی کہا ہے جو قرآن واحادیث کی ترجمانی ہے اور قرآنی آیت کی وضاحت ہے۔اللہ تعالی فرماتے ہیں:

بے شک تمہارے لئے رسول کریم کی ذات میں بہترین نمونہ موجود ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔[۲۷]

رحمت رسول ﷺ :

نبی ﷺ کی ذات کل کائنات کے لئے رحمت ہے۔آپؐ کی تعلیمات ہو یا اسوہ حسنہ رحمت کی محکم دلیل ہے۔آپؐ کی رحمت سے خیر وبرکت کے چشمے بہتے ہیں۔آپ ﷺ کی رحمت کا یہ عالم ہے کہ آپؐ کی رحمت دو جہانوں تک محیط ہے۔اس سلسلے میں خود قرآن بھی اقرار کرتا ہے۔
اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"ہم نے تم کو دنیاوالوں کے لئے رحمت بناکر بھیجا۔"[۲۸] سورۃ انبیاء

جلیل عالی کی شاعری میں رحمت عالم سے جڑی کیفیات کا اظہار مدحت کی صورت ملتا ہے۔

فرش پر عرش کی عظمت کی دلیل محکم
خلق پر رحمت خالق کی سبیل محکم[۲۹]

اس کی رحمت سے چلیں شوق سفینوں کے لئے
حبس موسم میں بھی ہمدرد ہوائیں کیا کیا[۳۰]

اُس کی رحمت سے رواں خیر کی نہریں کیاکیا
کبھی کم آب یہ دریا نہں ہونے والا[۳۱]

نبی ﷺ کی ذات رحمت العالمین ہے۔آپ ﷺ کی رحمت کافیض ہے کہ خیر وبرکت کی نہریں رواں رہتی

ہیں۔ جلیل عالی نے نبی ﷺ کی ذات کے اہم عنصر رحمت رسول ﷺ کو نہایت عقیدت سے بیان کیا ہے جس میں معنویت، سوز و گداز، عقیدت و احترام اور والہانہ وابستگی کا احساس ملتا ہے۔ان اشعار میں جلیل عالی کے اسلوب کے خدوخال بھی نمایاں ہوتے ہیں۔

حالیؔ کے کلام میں رحمتِ رسولؐ کا بیان ملتا ہے۔ حالی کے کلام میں قافیہ اور ردیف کی مکمل پابندی ہے اور حالی نے موسیقیت اور نغمگی کا خاص خیال رکھا ہے۔ حالیؔ کے نعتیہ کلام میں فنی اور فکری تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ رسولؐ کی رحمت کو ایسے بیان کرتے ہیں:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا [۴۲]

حالی کی ساری نظم رحمتِ رسولؐ کا مکمل بیان ہے۔ آپؐ کی جس رحمت کا ذکر حالیؔ نے کیا وہ غریبوں، مصیبت زدہ، غیروں، فقیروں، ضعیفوں، یتیموں، غلاموں، خطاکاروں، بداندیش سب کے لیے ہے۔ جلیل عالی اپنے شعر "اُس کی رحمت۔

اطاعت رسول ﷺ:

نبیؐ کی اطاعت ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس سے ہم رب دوجہاں کی جانب سے بھیجی ہوئی تعلیمات اور احکامات کی پیروی درست نقوش پر کر سکتے ہیں۔ نبیؐ کی ذات کی اطاعت مسلمان کا اولین فرض ہے۔ کیونکہ رب دوجہان کی واحدانیت کے اصل اقرار کا یہی بہترین ذریعہ ہے۔ اطاعت سول کی تائید اور ترغیب ہمیں قرآن سے بھی واضح ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں۔" اے ایمان والوں حکم مانو اللہ کا حکم مانو رسولؐ"۔ [۴۳] النسا ۵۹

ذرا یہ دل جو تیرا مرکز نظر ہوا ہے
جہاں میں ہونا ہمارا بھی معتبر ہوا ہے [۴۴]

رنگوں کے ے تعاقب میں نکل جائے حدوں سے
آنکھوں میں ترا عکس جو ٹھہرا نہیں ہوتا [۴۵]

ان اشعار میں اطاعت رسول ﷺ کا عنصر نمایاں ہے۔ جلیل عالی آپ ﷺ کی غلامی میں رہنے کو سعادت سمجھتے ہیں۔ اُن کے خیال میں دنیا میں رتبہ و مقام اُسی وقت حاصل ہوتا ہے جب انسان رسول اللہ کا سچا پیروکار

بن جائے۔ جلیل عالی اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ آپؐ کی ذات سے جڑے رہنے اور اطاعت رسولؐ کامیابی کی ضمانت ہے۔" ترا عکس" سے مراد ہے اطاعت رسول ہے جس کے سبب دنیا کی رنگینی مجھے متاثر نہیں ہونے دیتی۔

خیرِ کثیر:

خیر کا لفظ اپنے اندر مثبت فکر اور بھلائی کا پیغام لئے ہے۔ جب بات نبیؐ سے جڑی خیر کی ہو تو آپؐ کی ذات سے خیر کے چشمے اُمڈ آتے ہیں۔ آپؐ کی ذات تمام تہذیبوں کے لئے خیر ہی خیر ہے۔ نبی ﷺ کی ذات کا خاصہ ہے کہ آپ ﷺ کی ذات اقدس خیر و کثیر کا سرچشمہ ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی کے تمام تر واقعات خیر ہی خیر ہیں۔ حیات رسول ﷺ کے تمام عوامل ایثار و قربانی، صبر، رواداری، اور احسان سب خیر کا درس دیتے ہیں۔ آپ ﷺ کا علم و عمل خیر اور ہدایت ہے۔

ہر تہذیب کا خیر اثاثہ
ایک اُمیؐ اُمی کا دیا ہے[36]

شعور خیر وشر سے دور ہوسکتا نہں دل
سرِ دیوار جاں آئینہ سیرتؐ سجا ہے[37]

اُس کے آئینہ سیرت سے ملے سچ کا سراغ
خوب وناخوب سبھی دل پہ عیاں ہو جائے[38]

نجات ذہن دل و جاں ہے پیروی اُس کی
اور اس قدر ہمہ پہلو کہیں فلاح نہیں[39]

جلیل عالی کے مذکورہ بالا اشعار میں آپ ﷺ کی ذات سے وابستہ خیر کثیر کے بہتے فلاح کے سمندر کو شاعر نے بہت خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ آپؐ کی ذات سے حاصل ہونے والی تمام تر بھلائی دیا کی مانند ہے۔ شاعر نے دیا، آئینہ سیرت، سچ کا سراغ جیسے الفاظ استعمال کر کے آپؐ کی ذات سے جڑی تمام خیر جامع بیان کر دی۔ جلیل عالی کی افکاری سوچ کی ترجمان بھی ہے اور مبلغ بھی ہے۔

دعائیہ جہت:

عاجزی کی کیفیت کو خدا تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ دعا واحد طرز عمل ہے جو انسان میں عجز و انکساری کی کیفیت پیدا کرتی ہے۔ ہاتھ اُٹھا کے استغفار کرنا مسلمانوں کا شعار ہے، جو کہ حیات رسول ﷺ سے ثابت ہے۔

جب فرط ندامت سے نہ ہو تاب دعا بھی
کیا کوئی سبیل اُس کی شفاعت سے زیادہ[40]

رکھ سایہ رحمت میں کہ منسوب ہیں تجھ سے
میں اور مرا چاند ستارے مرے آقاؐ[41]

وہؐ رکھے سایہ رحمت میں ارض جاں ہماری
رہیں آباد اپنے کوچہ بازار سارے[42]

جلیل عالی کے اشعار میں نبی ﷺ سے دعائیہ انداز میں گزارشات کا عمل بھی ملتا ہے۔ یہ دعائیہ انداز اقبال کی شاعری میں بھی ہے۔
جیسے اقبال کہتے ہیں:

تو اے مولائے یثرب آپ مری کارسازی کر
مری دانش ہے افرنگی میرا ایماں ہے زناری[43]

ہم اللہ کی نصرت کے حصول کے لئے حضور ﷺ کی ذات گرامی سے رجوع کرتے ہیں۔
جیسے حالی کہتے ہیں:

اے خاصہ خاصاں رُسل وقت دُعا ہے
امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے[44]

امت مسلمہ کو شفاعت کے لئے نبی ﷺ کے آگے درخواست کرنی ہے کیونکہ رحمت رسول ﷺ کے ذریعے ہی ہماری جان و مال بلاؤں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ جلیل عالی نہایت عقیدت سے آپ ؐ دعائیہ انداز میں التماس کے لئے ہاتھ بلند کرتے ہیں۔ اس لئے کہ رحمت اور شفاعت انفرادی اور اجتماعی سب کی آرزو ہے۔ جلیل عالی نے اشعار میں کئی مقامات پر انفرادی اور اجتماعی طور پر التجا اور التماس کی ہے۔

حسرت اظہار:

نبیؐ کے شایان شان لفظ لکھنا ہر انسان کے بس کی بات نہیں مگر امت مسلمہ کا ہر فرد اس کی حسرت رکھتا ہے۔ نبیؐ کی ذات کی مدحت کے لئے وجدان کی پاکیزگی اور ضبط نفس جیسے وصف کا ہونا لازم ہے۔ نبی ﷺ کی مدحت کو الفاظ کی لڑی میں پرونا بہت مشکل عمل ہے۔ بڑے سے بڑے نعت گو شعرا اس احساس میں رہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے مقام و مرتبہ کے مطابق الفاظ کا استعمال ممکن نہیں۔ایک شاعر ہزار کوششوں کے باوجود آپ ﷺ کی مدحت کا حق ادا نہیں کر پاتا۔ جلیل عالی نے ان اشعار کے ذریعے اس احساس کا اظہار نہایت عقیدت واحترام سے کیا ہے۔

خجل ہیں لفظ کہ شایاں مدح شاہ نہیں
پہ بن لکھے بھی توتالیف دل کی راہ نہیں[۴۵]

کب نعت قرینوں سے واقف ہے قلم عالی
بس حسرت مدحت کو الفاظ میں ڈھالا ہے[۴۶]

لفظ جو نعت کے شایاں ہو ں لغت میں بھی کہاں
زہے قسمت کہ سخن عرض رساں ہو جائے[۴۷]

نبیؐ کی ذات کے حوالے سے نعت کہنا مشکل عمل ہے۔اس کے لیے نبیؐ کی ذات سے بڑی گہری قلبی وابستگی اور عملی اطاعت رسولؐ کا ہونا ضروری ہے۔ آپؐ کی مدحت کے لیے الفاظ کو خوب صورت نعتیہ کلام میں پرونا کٹھن عمل ہے۔اس کا اظہار حالیؔ کے ہاں بھی ملتا ہے:

حریف پیمبر نہیں سخن حالی
کہاں سے لائے اعجاز اس بیاں کے لی[۴۸]

عجز وانکساری جلیل عالی کے ہاں ملتی ہے۔ جلیل عالی کے نعتیہ کلام ہو یا نعتیہ عناصر محبت اور عقیدت کے ساتھ عجز وانکساری کا وصف نظر آتا ہے۔ یہ وصف نعتیہ کلام کہنے کے حوالے سے ہو یا آپ ﷺ سے جڑی نسبت کے حوالے سے سوز و گداز لیے ہے۔ مذکورہ بالا اشعار اس عجز وانکساری کی مثالیں ہیں۔

جلیل عالی کے بالواسطہ (براہ راست) نعتیہ عناصر

جلیل عالی کی غزل میں براہ راست نعتیہ عناصر کی بھی نشاندہی ہوتی ہے۔غزل کے اندر براہ راست نعتیہ عناصر وہ حوالے ہیں جن میں نبی ﷺ کا ذکر ملے۔مگر اشارۃً اشعار میں آپ ؐ کا ذکر تلمیح، استعارہ، تشبیہ کی صورت میں کیا جائے۔آپ ؐ کی مدحت بیاں کرنے میں عقیدت کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے۔ایک انسان جس کی تہذیبی و فکری سوچ کسی بڑی مذہبی شخصیت کے خدوخال کی تقلید کرتی ہے تو اُس کی اپنی شخصیت میں بھی لاشعوری طور پر اُس بڑی مذہبی شخصیت کی تعلیمات کا عکس آجاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ جلیل عالی کی غزل میں نعتیہ شاعری کے بالواسطہ عناصر موجود ہیں اور اُن کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔یہ براہ راست یا بالواسطہ عناصر درجہ ذیل ہیں۔

عشق رسول ﷺ	عظمت رسول ﷺ	غلامی رسول ﷺ
یادِ رسول ﷺ	فیضان رسول ﷺ	شہر حبیب
ہجر رسول ﷺ	وابستگی رسول ﷺ	رحمت رسول ﷺ
حکمت رسول ﷺ	تعلیمات رسول ﷺ	خیر و کثیر ﷺ
حوصلہ واُمید	فیضان نعت	فضیلت رسول

عشق رسول ﷺ:

عشق رسول ؐ ایک کٹھن کسوٹی ہے۔کیونکہ عشق رسول ﷺ پر جان نثاری میں بقائے زیست کا راز پنہاں ہے۔زندگی کے سفر میں صراط مستقیم کا اصل نشان عشق رسول ﷺ ہے۔عشق رسول کا جذبہ جتنا محکم ہوگا باطل سے مقابلہ کرنے کی صلاحیت اتنی بھرپور ہوگی۔ہم دیکھتے ہیں کہ وقت کے ساتھ بہت کچھ بدل گیا ہے مگر عشق رسول کا جذبہ بحیثیت مسلم سب کے دلوں میں موجزن ہے کمی ہے تو صرف عمل داری کی۔جب برائی زیادہ بڑھ جائے تو عشق رسول ؐ کی ضرورت اور بڑھ جاتی ہے۔شاعر جلیل عالی انھی جذبات کا خیال کرتے ہوئے اشعار میں عشق رسول ﷺ کو یوں بیان کرتے ہیں۔

اپنے ہونے کا جواز اور کہاں ہے عالی
اُس پہ مرنے ہی میں تو زندگی رکھی ہوئی ہے[۴۹]

کوئی دھن ہے پسِ اظہار سفر میں جس نے
میری غزلوں کی فضا اور سی رکھی ہوئی ہے[۵۰]

خیال جادو و منزل کا کیا سوال کہ ہم
اُدھر گئے ہیں اشارہ ترا جدھر ہوا ہے[۵۱]

کسی جواز کی حاجت نہیں محبت میں
مرے خلوص کو گھائل نہ کر دلیلوں سے[۵۲]

سبھی سینوں میں تیری گونج سی موجود لیکن
تری دھن کا کسی دل کی نوائے خاص ہونا[۵۳]

جلیل عالی نے ان تمام اشعار میں عشق رسول ﷺ کے جذبے کو بیاں کیا ہے۔ محبت کا جذبہ اگر خلوص سے بھرپور ہو تو محبت کو دلیلوں کی ضرورت نہیں رہتی۔ آپ ﷺ کی پیروی میں موت آجانا زندگی کی بقا ہے۔

مذکورہ بالا اشعار میں براہ راست انداز میں نبی ﷺ کی ذات کی طرف اشارہ کیا اور عقیدت واحترام سے عشق رسول ﷺ کا اظہار ملتا ہے۔ اُس پر مرنے، کوئی دُھن ہے، اشارہ ترا، تیری گونج اور تری دُھن جیسے الفاظ آپ ﷺ کی طرف اشارہ ہیں۔

فیضانِ رسول ﷺ:

فیض ہی فیض ہے آپ کی ذات اقدس جو کہ ہر ایک کے لئے ثمرات کا عملی پیغام ہے۔ آپ کی فضیلت ہر عہد میں مکمل جلال و جمال کے ساتھ قائم رہے گی۔ دنیا میں تمام مذاہب انسانیت کی بھلائی کے لیے بہت سے بل اور ایجنڈے ضرور پاس کرتے ہیں مگر انسانیت کو عزت واحترام کم ہی نصیب ہوا جو نبی ﷺ کے فیضان کی بدولت حاصل ہوا۔ بقول شاعر:

یہ اتفاق نہیں اہتمام ہے اُس کا
جلال کو بھی جو جُزو جمال کر دیا ہے[۵۴]

اس خلق مثالی سے اگر فیض نہ پاتی
تہذیب نے آداب نکھارے کہاں ہوتے[۵۵]

جلیل عالی اپنے ان اشعار میں نبی کی فضیلت کی اصل وجہ خلق مثالی کو کہتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ عروج کمال ہر اُس تہذیب کو حاصل ہوا ہے جس نے خلق مثالی کو اپنایا اور اسی کو دنیا و آخرت کی کامرانی کا ضامن سمجھا۔

یادرسول ﷺ:

نبیؐ کی یاد ہی واحد احساس ہے جس سے عاشق رسولؐ اپنے رب سے جڑا رہتا ہے۔ رسول اللہ کی یاد راہ ہدایت اور شہادت حق کی پہچان ہے۔ نبی ﷺ کا ذکر کرنے سے دل کو سرور حاصل ہوتا ہے۔ اسلاف کا وطیرہ رہا ہے کہ وہ نبیؐ کو یاد کرتے تھے۔ مابعد رسول ﷺ یادرسولؐ کے دو ہی بڑے طریقے ہیں نمبر ایک کثرت درود شریف، نمبر دو زندگی کو آپؐ کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق گزارنا۔ شاعر جلیل عالی بھی اپنے احساسات کا اظہار انھی زاویوں سے کرتے ہیں۔

تری یادوں کے رنگوں میں مگن پھرتے ہیں ورنہ
افق تک بے کشش منظر نظر گھیرے ہوئے ہے[56]

اب اور تو کچھ ایسے آثار نہیں ملتے
اک یاد تری اپنے ہونے کی نشانی ہے[57]

وقت کی آندھیوں سے سبھی چاہتوں کے شجر گر گئے
زندگی کا نشاں اک تری یاد کا سائباں رہ گیا[58]

کس کی یاد پس احساس فروزاں ہے
کس کے نام تمام مرے دن رات ہوئے[59]

جلیل عالی نے یادرسول ﷺ کو بڑی احتیاط اور اہتمام سے بالواسطہ طور پر اشعار کا حصہ بنایا ہے۔ آپ ﷺ کی یاد اپنے ہونے کی نشانی، زندگی کا نشان، احساس کا بہتریں عمل ہے۔ شاعر کی فکر میں یادرسول ﷺ ہی وہ سائباں ہے جو دنیا و آخرت میں کامرانی کی ضمانت ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ جب نبیؐ کو یاد کرتے تو عشق سے بے تاب ہو کر رونے لگتے اور فرماتے : " وہ تو (ﷺ) نکھرے نکھرے چہرے والے، مہکتی خوشبو والے اور حسب کے اعتبار سے سب سے زیادہ مکرم تھے۔ اولین اور آخرین میں آپ کی کوئی مثل نہیں "[60]۔ فیضان صدیق اکبر ۱۸۶

رہبری، پیروی رسول ﷺ:

نبیؐ کی ذات دنیا میں موجود سب انسانوں کی رہبری کے لئے تشریف لائے اور تاقیامت آپؐ انسانوں کے رہبر ہیں۔ کامیاب زندگی گزارنے کے لئے آپؐ کی پیروی شرط ہے۔ اطاعت رسول ہی پیروی رسول ہے۔ اس کا حکم تو خود قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ایمان والوں حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا"۔ [۶۱] النسا ۵۹۔

دنیا نے جہاں بھی کوئی دیوار اُٹھائی
اک راہ مجھے شوق ستارے نے سجھائی [۶۲]

یہ دنیا خجل خواہشوں کے گھنے جنگلوں میں پھراتی
نہ زنجیر کرتیں اگر کچھ وفائیں تو ہم کب ٹھہرتے [۶۳]

ان اشعار میں رہبری، پیروی رسول ﷺ کے عُنصر کو جلیل عالی نے بڑے بڑے معنی خیز الفاظ میں بیان کیا ہے۔ انسان کو زندگی میں بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مسائل جب بھی پہاڑ بن کر سامنے آئے اُس وقت واحد ایک ہی رستہ ہے جو رہنمائی کرتا ہے۔ شاعر نے شوق ستارے، کچھ وفائیں جیسے الفاظ کا استعمال کر کے نبیؐ ﷺ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی وفائیں اور شوق ہی ایسی سمت ہے جو جلیل عالی کے افکار بن کر اشعار کا حصہ بن گی ہے۔ اور پیروی رسول کو باخوبی بیان کرتے ہیں۔

شہر حبیب:

امت مسلمہ کی نبی ﷺ کے شہر سے جذباتی وابستگی ہے۔ آپؐ کے عقیدت منداس شہر کی زیارت کرنے، مقیم رہنے، موت کی حسرت کرنے کو باعث سعادت سمجھتے ہیں۔ شہر مکہ ہو یا شہر مدینہ نسبت رسولؐ کا یہ فیض ہے کہ ہر مسلم کی دل کی دھڑکن ہے۔

یہ دل شب و روز اِن کی گلیوں میں گھومتا ہے
وہ شہر جو بس رہا ہے دشت نظر سے آگے [۶۴]

بس رہا تھا مری سوچ کے آسمانوں پہ جو
اور ہی شہر تھا اس کے بام و در اور تھے [۶۵]

انسان جب کسی سے محبت اور عشق کی کیفیت میں مبتلا ہوتا ہے تو اُس سے تعلق رکھنے والی ہر شے اور جگہ سے بھی ویسی ہی محبت کرتا ہے۔ وہاں جانے کو بھی اہمیت دیتا ہے کیونکہ وہاں جا کر قربت کا احساس ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جلیل عالی کے ان اشعار میں شہرِ حبیب سے محبت اور دلی وابستگی کا احساس ملتا ہے۔

اُسوہ حسنہ، بلندی کردار:

نبیؐ کا اُسوہ حسنہ حیات کے ہر شعبے کی تفسیر ہے۔ آپؐ کے کردار کی بلندی ہے کہ آپؐ کے قول و فعل کو اُسوہ حسنہ کا مقام و مرتبہ حاصل ہوا۔ زندگی کا دائرہ عمل چاہے کتنا ہی بڑا ہو آپؐ کا اُسوہ حسنہ کل حیات کا ترجمان ہے۔ نبی ﷺ کے کردار کی بلندی ہے کہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے کامل انسان کا مقام اور مرتبہ دیا۔ اس سلسلے میں جلیل عالی مکمل نقشہ کھینچا ہے۔

اُس دل میں کوئی نخل سعادت ہے یقیناً
جس دل کو زمانے کی ہوا راس نہ آئی[66]

اس کے آئینہ سیرت سے ملے سچ کا سراغ
خوب و ناخوب جہاں دل پہ عیاں ہو جاتے[67]

اس دِل کی نگہباں جو کوئی ذات نہ ہوتی
اک جیت خوشی بھی پس صدمات نہ ہوتی[68]

ان اشعار میں آپ ﷺ کے اُسوہ حسنہ اور بلندی کردار کا بیان ملتا ہے۔ شاعر آئینہ سیرت، نخل سعادت کے مرکبات کے ذریعے اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کا اُسوہ حسنہ اور کردار ہی مشعل راہ ہے۔

نبی ﷺ کے آئینہ سیرت سے سچائی کا سراغ ملتا ہے۔ آپ ﷺ کی ذات دنیا اور آخرت کی فلاح کے لئے آئی۔ جلیل عالی کے نزدیک آپ ﷺ کی ذات ہی اس فکر کی نگہبانی کر رہی ہے جس کی وجہ سے اسے دنیا و آخرت کی جیت حاصل ہے۔

قرآن پاک:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "تمہارے لئے نبی ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے"۔[69]

وابستگی رسول ﷺ:

آپ ؐ کی ذات سے وابستہ رہنا بڑی سعادت ہے۔ آپ ؐ کی ذات علم و حکمت، عجز و انکساری، اخوت و محبت کا پیغام لائے۔ نبی ﷺ کی قلبی و عملی وابستگی کے بغیر تمام انسانیت اس پیغام کی اصل پیروکار نہیں بن سکتی۔

دنیا پرکھے اپنی سوچ کسوٹی پر
ہم جیتے ہیں اپنے شوق حوالوں سے [۰]

نظر سطح صدا پر عکس خوشبو دیکھ لیتی ہے
جب اُس کا شوق سوچوں میں ٹھکانے ڈھونڈ لیتا ہے [۱]

چلی جاتی ہے اپنے ساتھ اک خوش عکس خوشبو
مسلسل کچھ دمکتے بام و در گھیرے ہوئے ہیں [۲]

نسبت یا وابستگی رسول ﷺ جلیل عالی کے اشعار میں جا بجا پائی جاتی ہے۔ شوق حوالوں کی ترکیب نبی ﷺ سے وابستہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ آپ ﷺ کی ذات سے جڑے رہنے کے اسی شوق کے باعث انسان منزل و مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔

حکمت رسول ﷺ:

نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت سے نوازا یہی وجہ ہے زندگی کے تمام اُلجھے مسائل کو آپ ؐ نے بڑی حکمت سے حل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو فہم اور ادراک کی وہ قوت عطا کی ہے جس کی بدولت دین اسلام کو مضبوطی ملی۔ زندگی کا چاہے کوئی بھی میدان ہو اور کے اقوال اور افعال حکمت سے بھرے ہیں۔ شاعر جلیل عالی انھی افکار کا اظہار کرتے ہیں۔ بقول شاعر:

اُس کی باتیں کتنی پرتوں والی تھیں
اپنی مشکل اپنے ذہن اکہرے تھے [۳]

نبی ﷺ کی ذات و کردار علم و حکمت کا منبع ہے۔ آپ ﷺ کی حکمت و دانش سے نہ صرف اُس عہد کے لوگوں نے فیض پایا بلکہ تمام انسانیت ہمیشہ اس سے مستفید ہوتی رہے گی۔ یہ ہی حکمت ہے جسے انسانیت کی بھلائی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

قرآن کہتا ہے: "اللہ جسے چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جسے حکمت دی جائے تو بے شک اسے بہت زیادہ بھلائی مل گئی اور عقل والے ہی نصیحت مانتے ہیں"۔ [۴۴]

تعلیمات رسول ﷺ:

آپؐ نے زندگی گزارنے کے لئے اپنی عملی زندگی کو بطور اسوہ حسنہ پیش کیا جو عین احکامات ربانی کے مطابق ہے۔ نبیؐ کی زندگی سے تعلق رکھنے والے تمام معاملات قولی ہو یا فعلی تعلیمات رسول کہلاتے ہیں اس لئے ہر مسلم کے لئے ان تعلیمات کی پیروی کرنا بہت لازمی ہے۔

جلیل عالی کے ان اشعار میں احکامات قرآن اور تعلیمات رسول ﷺ کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

جہاد، شہادت حق:

یہ سر شانوں پہ اب اک بوجھ کی صورت سے عالی
سر مقتل صدا دینا ضروری ہو گیا ہے [۴۵]

سحر کی جیت جسے بھی نصیب ہو عالی
شکست لکھتے رہو شب کے شاہزادوں کی [۴۶]

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالی ہے:

"(اللہ کی راہ میں) نکلو (خواہ) ہلکے ہو یا بوجھل۔ اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔" [۴۷]

حدیث: "حضرت ابوذر بیان فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اس کے راستے میں جہاد کرنا۔" [۴۸]

جلیل عالی کے ان اشعار کا مفہوم درج بالا آیت اور حدیث کی ہی ترجمانی کرتا ہے۔ جو کہ آپ کی مذہبی فکر ہی کا اظہار ہے۔

توبہ واستغفار:

مولا ہم کو توبہ کی توفیق عطا کر
بستی پر اپنی آفات سے پہلے پہلے[۴۹]

جلیل عالی کے اس شعر میں توبہ کی فضیلت اور ترغیب کا سبق ملتا ہے۔آپ کے خیال میں بڑی آفات سے پہلے ہی اپنی غلطیوں پر توبہ کر لینا بہتر ہے۔یہی اصل فلاح ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"اے مومنو! تم سب کے سب اللہ کی طرف رجوع (توبہ) کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔"[۵۰]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"اپنے رب سے استغفار کرو اور اس کی طرف رجوع کرو۔"[۵۱]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"اے ایمان والو! اللہ کی طرف خالص توبہ کرو"[۵۲]

حدیث: حضرت اغر بن یسار مزنی سے روایت ہے، رسول ﷺ نے فرمایا:"اے لوگو! اللہ کی طرف توبہ (رجوع) کرو۔میں بارگاہ الٰہی میں روزانہ سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔"[۵۳]

معاشرتی اصلاح:

ذہن کسی بھی سوچ جزیرے پر اُترے
نفرت کا پرچم لہرانا ٹھیک نہیں[۵۴]

عالی اپنا عشق صداقت کا زمزم
اس میں انا کا زہر ملانا ٹھیک نہیں[۵۵]

معاشرے کی اصلاح ویسے تو ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔لیکن اہل قلم وہ خود اعتماد لوگ ہیں جنھوں نے اس ذمہ داری کے لئے ہمیشہ خود کو تیار رکھا ہے۔نفرت اور انا وہ بیج ہیں جو کامیاب معاشرے کی تباہی کا باعث بنتے ہیں۔جلیل عالی کے یہ اشعار انھی اخلاقی برائیوں کے خاتمہ کے لئے آواز بلند کرتے ہیں۔تکبر وہ معاشرتی برائی ہے جو تباہی ہی تباہی ہے۔انا کا بیج نفرت کی نشو و نما کرتا ہے۔جلیل عالی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان اخلاق رذیلہ اور حرکتوں کو رد کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ کسی خود پسند اور فخر جتانے والے شخص کو پسند نہیں کرتا۔"[۵۶]

رسول ﷺ نے فرمایا:"تکبر کرنے والا اور جھوٹی شیخی بگھارنے والا شخص جنت میں داخل نہیں ہو گا۔[۵۷]

مصلحت:

بہت قریب سے گزری ہیں مصلحت کی رتیں
دیار شوق کا موسم مگر بدل نہ سکا[88]

ہم اہل حرف کو بھی مصلحت خاموش رکھے
تو پھر کس کام کی عالی ہنر کاری ہماری[89]

جلیل عالی کے ان اشعار میں مصلحت کے رویے کی نفی کی طرف اشارہ ہے۔ آپ کے مطابق نبی ﷺ سے جڑے رہنا شوق کا وہ موسم ہے جس کی مضبوطی مصلحت کے بہروپ کے گھیرے سے بچائے ہوئے ہے۔ مصلحتوں کی بھنور میں پھنسنے والا شخص کبھی مطمئن زندگی نہیں گزار سکتا۔ جلیل عالی کی فکر میں سچائی کے موسم میں مصلحت کی چپ طاری رکھنا غلط رویہ ہے۔ اہل حرف ایسا کر کے خود سے زیادتی کرتے ہیں کیونکہ وہ خداداد صلاحیت کا غلط استعمال کرتے ہیں۔

عظمت رسول ﷺ:

آپؐ کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا محبوب کا درجہ دیا اور نبیؐ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کہا۔

پائی ہے تیری چھاؤں تو سب بھول گئے ہیں
کسی دشت سے گزرے ہیں اس اعزاز کے پیچھے[90]

چمکی یہ کس خیال ستارے کی روشنی
اپنی انا کا چاند بے نور ہو گیا[91]

اک صورت تعمیر کی جھلکی سر قرآن
روشن ہوئی مینارہ سیرت سے زیادہ[92]

ان اشعار میں جلیل عالی بالواسطہ نبی ﷺ کا ذکر کرتے ہیں۔ رسول ﷺ کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ آپ ﷺ کے قول و عمل کا نور جب سے چمکا ہے اپنا آپ سب بے نور ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ کا تعمیری کردار قرآن کی عملی شکل ہے۔ تری چھاؤں، خیال ستارے، صورت تعمیر یہ تمام تراکیب عظمت رسول ﷺ کی طرف اشارہ ہے۔

غلامی رسول ﷺ:

غلاماں رسول ہونا ہر امتی کے لئے باعث سعادت ہے۔ یہ وہ غلامی ہے جس کی حسرت ہر امتی کرتا ہے۔

ہمیں زنجیر ہے عہد وفا کی پاسداری
وگرنہ ڈھونڈ لیتے ہم بھی رستا اور کوئی[۹۳]

حب رسول ﷺ ہو، عشق رسول ﷺ ہو یا غلامی رسول ﷺ جلیل عالی کے ہاں عہد وفا کی پاسداری ہی ہے۔

فیضان نعت:

نعت کہنا ایک مقدس عمل ہے یہی وجہ ہے کہ مدحت رسولؐ کے فیضان سے اللہ نے بات کہنے کا سلیقہ سکھا دیا۔ نعت کا یہ فیض ہے کہ نہ صرف ناچیز انسان کو عزت بخشی بلکہ تحریر کو بھی کمال مقام حاصل ہوا۔

یہ نعت کا اعجاز ہے لکھتے ہیں تو خود ہی
بنتی ہے کوئی بات عبارت سے زیادہ[۹۴]

بقول جلیل عالی:

> ایک تخلیقی شاعر نعت کہتے ہوئے نبی ﷺ کے روبرو ہوتا ہے۔ اس پر نبی ﷺ کے فکر و شعور کی بلند ترین سطحیں روشن ہوتی ہیں اور یہ موضوع خود بخود بصیرت کی باتیں کہلواتا ہے۔[۹۵]

موضوع جب صاحب کمال شخصیت کا ہو تو اُن پر لکھی گئی عبارت بلندیوں کا سفر خود ہی طے کر لیتی ہے۔ ع ایسے میں عبارت محض عبارت نہیں رہتی مشعل راہ بن جاتی ہے۔ یہ نعت کا اعجاز ہے کہ تخلیق کار کی فکری صلاحتیوں کو جِلا ملتی ہے۔

ہجرِ رسول ﷺ:

آپ ﷺ کی ذات سے جدائی کے غم کا احساس وصال رسول ﷺ سے آج تک ہر عاشق کے دل کی داخلی کیفیت ہے۔

ہوائے ہجر نے کیسا کمال کر دیا ہے
پرے غبار غم ماہ و سال کر دیا ہے[96]

اس صورت جو تم سے دوریاں بڑھتی رہیں
گنیں گے آج کا یہ ہجر بھی اچھے دنوں میں[97]

اُردو شعری ادب کا اگر مطالعہ کیا جائے تو ہجر یار غم والم کی اذیت ناک کیفیت ہے جو محبوب و عاشق کے درمیان فاصلوں کا سفر بڑھا دیتی ہے اور عاشق خود کو ناکامیوں اور احساس کمتری کا شکار سمجھتا ہے۔ مگر ان اشعار میں جلیل عالی نے ہجر کو منفرد اور اچھوتے انداز سے پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ ہجر اذیت اور غم والم کی حالت ہے مگر جلیل عالی کے ہاں ہجر رسول ﷺ غموں سے نجات کا باعث ہے۔ ان کے خیال میں آپ ﷺ کی ذات سے دوری نے ایسا کمال دیکھایا ہے ایک عاشق زندگی کے تمام غموں سے نجات پاتا ہے اور آپ ﷺ کی ذات اقدس سے اُمید اور وفا کے دیپ جلاتا ہے۔

رحمت رسول ﷺ:

آپ ﷺ کی رحمت کا سایہ ابدی اور اُخروی زندگی میں مسلمانوں پر رہے گا اس لیے آپ ﷺ کو رحمت العالمین کہا جاتا ہے۔

اس سیرت سے نکلیں حسن کی شبہیں
اُسی سیرت سے اُبھرنے خیر کے معیار سارے[98]

زندہ ہے زمانوں میں وہ تحریک کی صورت
تونے جو ضمیروں کو مساوات سکھائی[99]

بےسود بھٹکتی ہے سرابوں میں یہ دنیا
کیا آب بقا چشمہ رحمت سے زیادہ[100]

سیرت، تحریک، تیرے نام، تری یاد، نور جہاں کا اشارہ بالواسطہ نبی ﷺ کی ذات اقدس کی طرف ہے۔ آپ ﷺ کی رحمت کے سبب خیر و برکت حاصل ہوئی۔

خیرِ کثیر:

دل کی لوح یہ سچائی کا اسم روشن ہو
کھلتے جائے عالی آپ ہنر کتنے [۱۰۱]

نبی ﷺ کی ذات خیر و صداقت کا وہ سرچشمہ ہے جن سے کائنات کے تمام راز کھلتے ہیں۔ کامیابی کا سفر ،زندگی کی تاریک راہ، قربت الٰہی کا حصول ہو سچائی کے تمام سراغ آپ ﷺ کی ذات سے مربوط ہے۔ سچائی کا اسم، آئینہ سیرت کی ترکیب بالواسطہ نبی ﷺ کی طرف اشارہ ہے۔

حوصلہ، اُمید:

نبیؐ کی ذات اُمید اور حوصلہ کی جو شمع جلاتی ہے اس کی روشنی میں زندگی کے معیارات بنتے ہیں۔ اور ان معیار ات کی منزل کامرانی ہے۔

زمانے سن! امیرِ بدر کے ہم لشکری
ہمارے حوصلے کی لو رضائے کبریا ہے [۱۰۲]

زمانے میں امیر بدر کے ہم لشکری
ہمارا حوصلہ دشمن کے سینوں سے بڑا ہے [۱۰۳]

"امیر بدر" آپ ﷺ کی طرف اشارہ ہے جلیل کا یہ کہنا ہے آپ ﷺ کی ذات سے جو حوصلہ ملا ہے۔ یہی حوصلہ اہل ایمان کی قوت ہے۔

غزل کی ہیئت میں جلیل عالی کی نعت گوئی

نعت گوئی نبی ﷺ کی ذات اقدس سے اظہار عقیدت و محبت کا بہترین ذریعہ ہے۔ نعت کہنا آسان نہیں یہ ایک مشکل صنف سخن ہے جس کا ربط دینی احساس اور عقیدت سے ہے۔ نعت گوئی ایک طویل تاریخی اثاثہ رکھتی ہے اور ہر عہد کے شعرا نے اپنی مذہبی عقیدت کو بیاں کرنے کے لئے نعت گوئی کو ذریعہ اظہار بنایا۔ جدید شاعر جلیل عالی نے نبی ﷺ سے اظہار عقیدت کو بیاں کرنے کے لئے نعتیہ اشعار کہے آپ نعت گو شاعر ہونے کی حیثیت سے بھی جانے جاتے ہیں۔

جلیل عالی جدید غزل گو شاعر ہے اُن کے ہاں اشعار میں زندگی کے موضوعات اپنی تمام تر حقیقتوں کے ساتھ جلوہ گر ہیں۔ غزل کی ہیت اُس کی تکنیکی مہارت اُس کا اسلوب اور طرز بیاں سے جلیل عالی کی گہری واقفیت ہے۔ آپ غزل کے ڈھنگ میں خیالات وافکار کو بیاں کرتے ہیں۔ آپ بڑی سے بڑی پیچیدہ بات کو حکمت اور تدبر کے ساتھ غزلیہ اسلوب میں بیاں کرتے ہیں کہ سننے والے کے ذہن تک اُس کی رسائی آسان ہو جاتی ہے۔

غزل میں موضوعات کی وسعت پائی جاتی ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے ثابت ہوا ہے کہ غزل کے اندر مربوط اسلوب، زبان و بیاں کا شگفتہ معیار، متنوع موضوعات کے ساتھ جمالیاتی پہلو نمایاں ہے۔ غزلیہ پیرہن کے اندر موجود اسی لچک ہی نے اُردو ادب کے میدان میں اُس کو تمام اصناف سے ممتاز کیا ہے۔ ایک تخلیقی شاعر اپنے مذہبی افکار کو بیاں کرنے کے لئے جب کسی صنف کو اپناتا ہے تو افکار کو بیاں کرنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے یہی وجہ ہے نعتیہ اشعار کو کہنا دقت طلب کام ہے۔ عقیدت کے اظہار میں افکار میں آفاقیت، معنوی اُڑان، لفظی احتیاط کا ہونا ضروری ہے۔

نعت گوئی کی صنف میں جلیل کی فکری قربت آپ کے تمام مجموعوں میں نازک احساس اور والہانہ عقیدت کے ساتھ دیکھی جاسکتی ہے۔ ویسے تو آپ کے ہر مجموعے میں نعتیہ اشعار کا ہونا نبی ﷺ سے آپ کی محبت، عقیدت، والہانہ وابستگی کے گواہ ہیں لیکن جلیل عالی نے اپنے نعتیہ مجموعہ "نور نہایا رستہ" میں رحمت العالمین سے اپنے جذبات، احساسات کو ایک منفرد گلدستہ کا حصہ بنایا۔ آپ کی نعتیہ شاعری میں تین تہائی نعتیہ اشعار کو غزل کی صورت پیش کیا۔

جلیل عالی کی غزلیہ انداز میں نعت گوئی اُنھیں نہ صرف عہد جدید کے نعت گو شعرا کی صف میں لاتی ہے بلکہ ایک خاص مقام و مرتبہ دلاتی ہے۔ جب ہم غزل کی ہیت میں جلیل عالی کی نعت گوئی کا ذکر کرتے ہیں تو اس سلسلے میں آپ کی تمام تر شاعری کا احاطہ کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ کیونکہ آپ کی افکار میں نبی ﷺ کی تعلیمات کا عکس ملتا ہے۔ آپ کی شاعری کا تین تہائی حصہ غزلیہ ہیت پر لکھے جانے والے اشعار پر مشتمل ہے۔ غزل کی ہیت میں لکھنا آپ کے مزاج کا حصہ ہے۔ آپ اپنے افکار کو غزل کے ڈھنگ میں اچھوتے اور منفرد اور کمال انداز میں پیش کرتے ہیں۔ غزلیہ

انداز بیاں میں اشعار کہہ دینا آپ کی فطری رجحان کا حصہ ہے۔۔یہی وجہ ہے کہ آپ نے نبی ﷺ سے اپنے تعلق کو بڑے دلکش انداز میں غزلیہ شاعری کا حصہ بنایا۔آپ نے اپنے "مجموعوں شوق ستارہ"، "خواب دریچہ"، "عرض ہنر سے آگے"، "نور نہایا رستہ" میں غزل کی ہیت میں نعتیہ اشعار کہے ہیں۔

جلیل عالی کے افکار کا تعلق صرف آپ ﷺ کی سوچ تک محدود نہیں ہے بلکہ عملی طور پر آپ ﷺ کی ذاتی معاملات اور اجتماعی معاملات میں وہ انھی افکار کی پیروی کرتے نظر آتے ہیں اور کیونکہ نفسیاتی لحاظ سے جو عمل انسان شعوری طور پر کرتا ہے وہ اُس کی زندگی کا باقاعدہ حصہ بن جاتا ہے۔نبی ﷺ کے اُسوہ حسنہ میں کامیابی کا راز پنہاں ہے۔۔یہی وجہ ہے کہ آپ کے اشعار اُن کا واضح ثبوت ہیں۔آپ نبی ﷺ کی ذات سے جوڑے رہنے کا ذکر شعوری اور لاشعوری طور پر غزلیہ ڈھنگ میں اپنے مجموعوں میں کرتے ہیں۔

جلیل عالی نے اپنے مجموعے "خواب دریچہ "میں نبی ﷺ کا ذکر کیا اس مجموعے کے شروع میں غزل کی ہیت میں نعتیہ اشعار کہے جن کو پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے باقاعدہ شعوری طور پر نبی ﷺ کی شان میں نعتیہ کلام کو پیش کیا۔

ایک لمحہ کی ملیں سارے زمانے جس میں
ایک نکتہ سبھی حکمت کے خزانے جس میں[۴۰]

ایک تخلیق کار کی نظر زندگی کے تمام موضوعات کا احاطہ کرتی ہے جلیل عالی کے تمام مجموعوں میں زندگی کے تمام پہلوؤں کا مشاہدہ ملتا ہے جو غزلیہ ہیت میں اُن کو سمیٹتے نظر آتے ہیں۔آپ کی سوچ کی جڑیں نبی ﷺ سے جڑی ہیں زندگی کے تمام مسائل کے حل کے لئے آپ ﷺ کو حرف کل سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ نے جب بھی کسی موضوع پر اشعار کہے لاشعوری طور پر وہاں بھی نبی ﷺ کا ذکر ملتا ہے۔

دسترس اُس کی نگاہوں کی کراں تابہ کراں
وہ تجسس کے لئے آخری منزل کا نشاں[۴۵]

جلیل عالی کے مجموعے "شوق ستارہ" میں آپ نے نبی ﷺ کی ذات سے گہری وابستگی کو ابتدا میں پیش کیا ہے نبی ﷺ سے جڑی اپنی افکار کا ذکر کرنے کے لئے آپ نے غزل کی ہیت کو پسند کیا غزل کی صورت میں نعت کہی

دنیا کیا تسخیرے مجھ کو
شوق میرا تعمیرے مجھ کو[۴۶]

جلیل عالی کے مجموعے "شوق ستارہ" کے غزلیہ حصے میں غزلوں کے اندر مختلف موضوعات میں احساس کی گہری کے ساتھ ساتھ آپ نے اسلامی فکر کو اشعار کی صورت میں بیان کیا ہیں جیسے کہ

ہمیں اُس حکمت دوراں کا ایک نکتہ بہت ہے
تمنا ہے اُلٹ دیں وقت کے داؤ تو آؤ[۱۰۷]

جلیل عالی نے اپنے مجموعے "عرض ہنر سے آگے" میں غزل کی ہیت میں نعتیہ کلام پیش کیا.

دل شاد ہیں ہر درد کی شدت سے زیادہ
کیا چاہیے اور اُس کی محبت سے زیادہ[۱۰۸]

اسی طرح نعتیہ اشعار مختلف غزلوں کا حصہ بھی ہیں مثال کے طور پر:

ذرا یہ دل جو ترا مرکز نظر ہوا ہے
جہاں میں ہونا ہمارا بھی معتبر ہوا ہے[۱۰۹]

جلیل عالی کی سوچ کی بلندیوں کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کی تربیت میں نبی ﷺ کی افکار کی آب یاری ہے تبھی اس فکر نے آپ کو نعت گوئی کی سعادت سے نوازا اور "نور نہایا رستہ" کے نام سے ایک نعتیہ مجموعہ پیش کیا۔اس مجموعے کے تین تہائی حصے میں نعتیہ کلام غزلیہ پیرہن میں موجود ہے۔

دنیا کیا تسخیرے مجھ کو
شوق ترا تعمیرے مجھ کو[۱۱۰]

تیرے دھیان کے اپنے موسم
کیسے وقت اسیرے مجھ کو[۱۱۱]

نعت گوئی ایک ایسا مقدس فن ہے کہ کسی بھی زبان میں اس کی تقدیس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔درجہ بالا اشعار میں جلیل عالی نے نہایت محتاط انداز میں نبی ﷺ سے عقیدت کا اظہار کیا۔ جلیل عالی کی نعتیہ شاعری میں سوز و گداز، رسول ﷺ سے قربت کی تڑپ، والہانہ وابستگی بھرپور نظر آتی ہے۔یہ نعتیہ اشعار تمام صنفی اوصاف کے ساتھ ساتھ کُلی موضوعاتی تدابیر کی عملی شکل ہے۔آپ کے بے شمار اشعار میں قرآن کریم اور حدیث شریف کا عکس ملتا ہے۔

ایسا اعجاز دوبارہ نہیں ہونے والا
اُس کی صورت کوئی یکتا نہیں ہونے والا[112]

اس کی رحمت سے رواں خیر کی نہریں کیا کیا
کبھی کم و آب یہ دریا نہیں ہونے والا[113]

جلیل عالی نے ان نعتیہ اشعار میں آپؐ کے اوصاف حمیدہ رحمت العالمین، اخلاق حسنہ، خیر و کثیر کا ذکر ملتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ جلیل عالی، شوق ستارہ (اسلام آباد: گوار پبلشرز پرائیویٹ لمیٹیڈ گنزہ سنٹر بلیو ایریا،۱۹۹۸ء)، ص۷۸۔

۲۔ ایضاً۔ ص۱۵۔

۳۔ جلیل عالی، عرض ہنر سے آگے (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز ۲۰۰۷ء)، ص۷۸۔

۴۔ جلیل عالی، نور نہایا رستہ (راولپنڈی: حرف اکادمی، ۲۰۱۸ء)، ص۳۴۔

۵۔ ایضاً، ص۴۵۔

۶۔ ایضاً، ص۵۵۔

۷۔ ایضاً، ص۴۹۔

۸۔ مولانا سید سلیمان ندوی، مقدمہ مسدس حالی (دہلی: صدی ایڈیشن ناشران حالی پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۳۵ء) ص۱۹، ۱۸۔

۹۔ صحیح بخاری۔

۱۰۔ جلیل عالی، عرض ہنر سے آگے (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز ۲۰۰۷ء)، ص۳۱۔

۱۱۔ ایضاً، ص۲۸۔

۱۲۔ جلیل عالی، نور نہایا رستہ (راولپنڈی: حرف اکادمی، ۲۰۱۸ء) ، ص۳۹۔

۱۳۔ رفیع الدین اشفاق، اُردو میں نعتیہ شاعری (کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ ۱۹۷۶ء)، ص۳۷۶۔

۱۴۔ قرآن العمران آیت ۳۱۔

۱۵۔ صحیح بخاری، مسلم

۱۶۔ صحیح بخاری

۱۷۔ جلیل عالی، شوق ستارہ (اسلام آباد: گوار پبلشرز پرائیویٹ لمیٹیڈ گنزہ سنٹر بلیو ایریا، ۱۹۹۸ء)، ص۱۲۱۔

۱۸۔ جلیل عالی، عرض ہنر سے آگے (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز ۲۰۰۷ء)، ص۶۵۔

۱۹۔ ایضاً۔

۲۰۔ جلیل عالی، نور نہایا رستہ (راولپنڈی: حرف اکادمی، ۲۰۱۸ء) ، ص۳۸۔

۲۱۔ احمد رضا علی خان بریلوی حدائق بخشش (لاہور: نوری کتب خانہ)، ص۳۴۔

۲۲۔ ایضاً، ص ۴۰۔

۲۳۔ جلیل عالی،شوق ستارہ(اسلام آباد: گوار پبلشرز پرائیویٹ لمیٹیڈ گنزہ سنٹر بلیو ایریا،۱۹۹۸ء)، ص ۲۴۔

۲۴۔ جلیل عالی،خواب دریچہ(راولپنڈی: گندھارا بکس،۲۰۰۴ء)، ص ۱۱۴۔

۲۵۔ جلیل عالی،نور نہایا رستہ ،(راولپنڈی: حرف اکادمی،۲۰۱۸ء)ص ۵۹

۲۶۔ ایضاً۔

۲۷۔ القرآن،الحزاب آیت ۲۱۔

۲۸۔ القرآن،الانبیا آیت ۱۰۷۔

۲۹۔ جلیل عالی،خواب دریچہ(راولپنڈی: گندھارا بکس،۲۰۰۴ء)، ص ۱۹۔

۳۰۔ جلیل عالی،نور نہایا رستہ(راولپنڈی: حرف اکادمی،2018ء) ،ص ۴۵۔

۳۱۔ ایضاً، ص ۴۱۔

۳۲۔ مولانا سید سلیمان ندوی،مقدمہ مسدس حالی(دہلی: صدی ایڈیشن ناشران حالی پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۳۵ء)ص ۴۴۔

۳۳۔ جلیل عالی،عرض ہنر سے آگے(اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز،۲۰۰۷ء)، ص ۳۹۔

۳۴۔ جلیل عالی،شوق ستارہ(اسلام آباد: گوار پبلشرز پرائیویٹ لمیٹیڈ گنزہ سنٹر بلیو ایریا،۱۹۹۸ء)، ص ۱۳۰۔

۳۵۔ جلیل عالی،نور نہایا رستہ (راولپنڈی: حرف اکادمی،۲۰۱۸ء) ،ص ۶۷۔

۳۶۔ ایضاً، ص ۶۴۔

۳۷۔ ایضاً، ص ۵۴۔

۳۸۔ ایضاً، ص ۵۰۔

۳۹۔ ایضاً، ص ۴۹۔

۴۰۔ ایضاً، ص ۴۰۔

۴۱۔ ایضاً، ص ۳۵۔

۴۲۔ اقبال،بال جبریل(لاہور: اقبال اکادمی پاکستان،۱۹۸۶ء)، ص ۵۷۔

۴۳۔ مولانا الطاف حسین حالی،کلیات حالی (دہلی: جدید کتاب گھر ۱۹۸۶ء)، ص ۷۵

۴۴۔ جلیل عالی،نور نہایا رستہ(راولپنڈی: حرف اکادمی،۲۰۱۸ء) ،ص ۵۰۔

۴۵۔ ایضاً، ص ۵۲۔

۴۶۔ ایضاً، ص ۶۲۔

۴۷۔ نعت نگار شعرا کا اعجاز، ڈاکٹر عزیز احسن naatkainaat.org

۴۸۔ ایضاً، ص ۵۲۔

۴۹۔ جلیل عالی، عرض ہنر سے آگے، (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز ۲۰۰۷ء) ص ۴۲۔

۵۰۔ ایضاً، ص، ۴۴

۵۱۔ ایضاً، ص، ۴۰

۵۲۔ جلیل عالی، خواب ریچہ (راولپنڈی: گندھارا بکس، ۲۰۰۴ء)، ص ۱۳۱۔

۵۳۔ جلیل عالی، شوق ستارہ (اسلام آباد: گوار پبلشرز پرائیویٹ لمیٹیڈ گنزہ سنٹر بلیو ایریا، ۱۹۹۸ء)، ص ۱۹۔

۵۴۔ جلیل عالی، عرض ہنر سے آگے (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز ۲۰۰۷ء)، ص ۸۷۔

۵۵۔ جلیل عالی، نور نہایا رستہ، ص ۵۷۔

۵۶۔ جلیل عالی، شوق ستارہ (اسلام آباد: گوار پبلشرز پرائیویٹ لمیٹیڈ گنزہ سنٹر بلیو ایریا، ۱۹۹۸ء)، ص ۹۰۔

۵۷۔ جلیل عالی، خواب دریچہ (راولپنڈی: گندھارا بکس، ۲۰۰۴ء)، ص ۳۴۔

۵۸۔ ایضاً، ص ۲۶۔

۵۹۔ جلیل عالی، شوق ستارہ (اسلام آباد: گوار پبلشرز پرائیویٹ لمیٹیڈ گنزہ سنٹر بلیو ایریا، ۱۹۹۸ء)، ص ۷۶۔

۶۰۔ جلیل عالی، خواب دریچہ (راولپنڈی: گندھارا بکس، ۲۰۰۴ء)، ، ص ۱۰۹۔

۶۱۔ ایضاً، ص، ۴۸۔

۶۲۔ جلیل عالی، شوق ستارہ (اسلام آباد: گوار پبلشرز پرائیویٹ لمیٹیڈ گنزہ سنٹر بلیو ایریا، ۱۹۹۸ء)، ص ۱۱۔

۶۳۔ جلیل عالی، خواب دریچہ (راولپنڈی: گندھارا بکس، ۲۰۰۴ء)، ص ۲۳۔

۶۴۔ ایضاً، ص، ۱۱۰۔

۶۵۔ جلیل عالی، نور نہایا رستہ (راولپنڈی: حرف اکادمی، ۲۰۱۸ء)، ص ۵۲۔

۶۶۔ جلیل عالی، شوق ستار (اسلام آباد: گوار پبلشرز پرائیویٹ لمیٹیڈ گنزہ سنٹر بلیو ایریا، ۱۹۹۸ء)، ص ۹۳۔

۶۷۔ القرآن لکریم، الاحزاب آیت ۲۱۔

۶۸۔ جلیل عالی، خواب دریچہ (راولپنڈی: گندھارا بکس، ۲۰۰۴ء)، ص ۶۷۔

۶۹۔ جلیل عالی، شوق ستارہ (اسلام آباد: گوار پبلشرز پرائیویٹ لمیٹیڈ گنزہ سنٹر بلیو ایریا، ۱۹۹۸ء)، ص ۳۹

۷۰۔ ایضاً، ص ۹۰۔

۷۱۔ جلیل عالی، خواب دریچہ (راولپنڈی: گندھارا بکس، ۲۰۰۴ء)،، ص ۶۶۔

۷۲۔ القرآن الکریم، البقرہ آیت ۲۶۹۔

۷۳۔ جلیل عالی، شوق ستارہ (اسلام آباد: گوار پبلشرز پرائیویٹ لمیٹیڈ گنزہ سنٹر بلیو ایریا، ۱۹۹۸ء)،، ص ۷۲

۷۴۔ ایضاً، ص، ۱۰۰۔

۷۵۔ القرآن الکریم، التوبہ آیت ۴۱۔

۷۶۔ صحیح بخاری

۷۷۔ جلیل عالی، خواب دریچہ (راولپنڈی: گندھارا بکس، ۲۰۰۴ء)، ص ۵۸۔

۷۸۔ القرآن الکریم، النور آیت

۷۹۔ القرآن الکریم، ھود، آیت ۳۔

۸۰۔ القرآن الکریم، التحریم آیت ۸۔

۸۱۔ صحیح بخاری

۸۲۔ جلیل عالی، خواب دریچہ (راولپنڈی: گندھارا بکس، ۲۰۰۴ء)، ص ۶۹۔

۸۳۔ ایضاً، ص ۷۰۔

۸۴۔ القرآن الکریم، القمان آیت ۲۱۔

۸۵۔ صحیح بخاری

۸۶۔ جلیل عالی، شوق ستار (اسلام آباد: گوار پبلشرز پرائیویٹ لمیٹیڈ گنزہ سنٹر بلیو ایریا، ۱۹۹۸ء)، ص ۱۲۲

۸۷۔ ایضاً، ص ۱۱۰

۸۸۔ ایضاً، ص، ۱۳۴۔

۸۹۔ جلیل عالی، خواب دریچہ (راولپنڈی: گندھارا بکس، ۲۰۰۴ء)، ص ۸۷۔

۹۰۔ جلیل عالی، عرض ہنر سے آگے (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز ۲۰۰۷ء)، ص ۲۳۔

۹۱۔ جلیل عالی، شوق ستارہ (اسلام آباد: گوار پبلشرز پرائیویٹ لمیٹیڈ گنزہ سنٹر بلیو ایریا، ۱۹۹۸ء)، ص۔

۹۲۔ جلیل عالی، عرض ہنر سے آگے (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز ۲۰۰۷ء)،، ص ۱۱۸۔

۹۳۔ جلیل عالی، انٹرویو فروری ۲۰۲۰۔

۹۴۔ جلیل عالی، عرض ہنر سے آگے (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز ۲۰۰۷ء)،، ص ۸۷۔

۹۵۔ جلیل عالی،شوق ستارہ(اسلام آباد: گوار پبلشرز پرائیویٹ لمیٹیڈ گنزہ سنٹر بلیوایریا،۱۹۹۸ء)،ص ۳۶۔

۹۶۔ جلیل عالی،نور نہایا رستہ(راولپنڈی: حرف اکادمی،2018ء)،ص ۳۴۔

۹۷۔ ایضاً،ص ۴۷۔

۹۸۔ ایضاً،ص ۴۹۔

۹۹۔ جلیل عالی،خواب دریچہ(راولپنڈی: گندھارا بکس،۲۰۰۴ء)،ص ۳۰۔

۱۰۰۔ جلیل عالی،نور نہایا رستہ(راولپنڈی: حرف اکادمی،۲۰۱۸ء)،ص ۶۴۔

۱۰۱۔ ایضاً۔

۱۰۲۔ جلیل عالی،خواب دریچہ(راولپنڈی: گندھارا بکس،۲۰۰۴ء)،ص ۱۹۔

۱۰۳۔ ایضاً۔

۱۰۴۔ جلیل عالی،شوق ستارہ(اسلام آباد: گوار پبلشرز پرائیویٹ لمیٹیڈ گنزہ سنٹر بلیوایریا،۱۹۹۸ء)،ص ۹۔

۱۰۵۔ ایضاً،ص ۲۴۔

۱۰۶۔ ایضاً۔

۱۰۷۔ جلیل عالی،شوق ستارہ(اسلام آباد: گوار پبلشرز پرائیویٹ لمیٹیڈ گنزہ سنٹر بلیوایریا،۱۹۹۸ء)،ص ۹۔

۱۰۸۔ ایضاً۔

۱۰۹۔ جلیل عالی،شوق ستارہ(اسلام آباد: گوار پبلشرز پرائیویٹ لمیٹیڈ گنزہ سنٹر بلیوایریا،۱۹۹۸ء)،ص ۸۔

۱۱۰۔ ایضاً۔

۱۱۱۔ ایضا

باب سوم:

جلیل عالی کی نظمیہ شاعری میں نعتیہ عناصر

باب سوم:

جلیل عالی کی نظمیہ شاعری میں نعتیہ عناصر

اردو نظم کی ہیت میں نعتیہ شاعری کا آغاز:

انسانی معاشرتی ڈھانچے میں ادب کو خاص مقام حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ انسانی معاشرے کے ساتھ ادب کا ارتقائی سفر بھی پروان چڑھتا رہا دنیائے ادب میں ادب کو دو حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ نثری ادب اور شعری ادب ۔جہاں تک شعری ادب کی بات ہے یہ اپنے اندر بڑی وسعت رکھتا ہے۔اُردو کی پیدائش سے لے کر اب تک شاعری میں بڑی ترقی ہوئی ہے۔ابتدا میں شعر ضرور کہا جاتا تھا مگر کسی بھی صنف سے اُسے مختص نہیں کیا گیا۔ گزرے وقت کے ساتھ شاعری کی اصناف میں اضافہ ہوا ہے۔ نظم اور غزل درجہ بندی کے اعتبار سے شاعری کی اقسام ہیں۔ یہاں موضوع بحث نظمیہ شاعری ہے۔ نظم کی ابتدائی اشکال میں مثنوی، قصیدہ اور مرثیہ ہیں۔ جبکہ جدید اشکال میں نظم، آزاد نظم، نظم معرا، پابند نظم، سانٹ اور ہائیکو ہیں۔اس لئے بطور صنف نظم کا میدان بڑا زرخیز ہے۔جو نہ صرف ہیتی بلکہ موضوعاتی اور معنوی وسعتوں کو بھی اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے۔انسانی زندگی سے جڑے تمام حالات، واقعات اور معاملات اس کے موضوع رہے ہیں۔ نظم کے بارے میں سرور اکبر آبادی کا کہنا ہے کہ

> نظم وہ صنف سخن ہے جس کو ایک خیال یا موضوع کے تحت لکھا گیا ہو۔ یہ شکل میں غزل نظم مثنوی ترکیب بند یا کسی اور صورت میں بھی ہو سکتی ہے۔ مگر ردیف قافیہ کی پابندی اس کے لئے ضروری ہے۔[1]

نظم کی ہیت میں نعتیہ شاعری کا آغاز اُردو شاعری کے آغاز سے ہوتا ہے۔ ہر عہد میں نظم کی ہیت میں نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔ جس طرح نظم نے ترقی کا سفر پھونک پھونک کر طے کیا ہے ایسے ہی نظم کی ہیت میں نعتیہ کلام کا آغاز بھی بدریج ارتقائی سفر طے کرتا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شعرا نے نعتیہ جذبات کو عقیدت سے پیش کرنے کے لئے نظم کی مختلف صورتوں کو اپنایا جیسے مثنوی، قصیدہ، نظم جدید، نظم آزاد اور نظم پابند۔

نعتیہ شاعری کیونکہ اُردو کے ابتدائی دور سے ہی پروان چڑھی اس کی اصل وجہ صوفیائے اکرام اور مبلغین اسلام کی خدمات ہیں جنھوں نے نہ صرف اسلام کے فروغ میں خدمات انجام دیں بلکہ اُردو ادب کے شعری پیرہن میں اسلامی فکر کو جو کہ نبی محترمؐ کا مقصد حیات رہا ہے عملی زندگی میں اہل قلم ہونے کی حیثیت سے اس کی تعمیل کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس سلسلے میں ڈاکٹر طلحہ رضوی کا کہنا ہے:

اُردو کو دیگر زبانوں کے درمیان یہ اعزاز اور افتخار حاصل ہے کہ اپنی پیدائش کے وقت سے ہی یہ مومنہ اور کلمہ گو رہی ہے۔ صوفیائے اکرام اور مبلغین اسلام کے ہاتھوں دین متین کی ترویج و اشاعت لئے یہ پروان چڑھی اور شروع سے ہی اس توتلی زبان پر حمد و ثنا اور نعت رسول مقبولؐ جاری رہی ہے۔[۲]

مثنوی، قصیدہ اور مرثیہ شاعری کی وہ ابتدائی اقسام ہیں جو کے ہیتی تفریق سے نظم کی ذیل میں آتی ہیں۔ "اُردو کی ابتدائی نقوش میں صوفیائے اکرام کا حصّہ" جو کہ مولوی عبدالحق کی کتاب ہے جس میں خواجہ بندہ نواز گیسو دراز (م ۸۲۵ھ) کے کچھ ابتدائی اشعار اُردو نعت کا نمونہ ہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی نے فخر الدین نظامی کی مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" جسے ۸۲۵ھ تا ۸۳۸ھ کی تصنیف تسلیم کیا گیا ہے۔ اس میں حمد کے بعد نعتیہ اشعار کو اُردو کا پہلا مستند نمونہ قرار دیا ہے۔[۳]

اُردو کا باقاعدہ آغاز گیارہویں صدی ہجری میں ہوا اس دور میں نعتیہ اشعار لکھنے کے رجحان نے فروغ پایا۔ اس عہد میں ملا وجہی کی مثنوی "قلب مشتری" میں نعتیہ کلام ملتا ہے۔ اس کے علاوہ غواصی کی دو مثنویاں سیف الملوک (۱۰۳۵ھ)، اور طوطی نامہ (۱۰۴۹ھ) ابن نشاطی کی مثنوی "پھول بند" (۱۰۷۶ھ) نصرتی کی مثنوی "علی نامہ" (۱۰۷۶ھ) اور "گلشن عشق" میں نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔

اسی عہد میں نعتیہ مثنویوں کے علاوہ مولود نامے، معراج نامے، اور وفات نامے بھی لکھے گئے اور نبیؐ کی ذات و صفات اور سیرت کے حوالے سے منظوم سلسلہ شروع ہو گیا۔ گزرے وقت نے یہ باور کروایا کہ مثنوی میں تبدیلی ہوتی رہی اور یہ پہلے جیسی نہیں رہی بلکہ اس نے جدید نظم کی صورت اختیار کی اور جدید نظم کی صورت میں نعت گوئی کا سفر شروع ہوا مگر نظم کی بدلتی ہوئی صورتوں پابند نظم، آزاد نظم میں نعت گوئی اپنی جگہ صحیح معنوں میں نہیں بنا سکی۔ انھیں افکار کا ذکر بڑے محتاط انداز سے ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اپنے مضمون "اُردو نعت میں ہیت کے تجربوں کی ضرورت" میں کہا ہے۔

نعت کا موضوع اس امر کا متقاضی تھا کہ اسے جدید ہیتوں میں زیادہ سے زیادہ برتا جائے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا اور ہمارے شعراء عموماً قدیم ہیتوں خصوصاً غزل کی ہیت کو اپنائے ہوئے ہیں۔ اس مسئلے پر بطور خاص غور کرنے کی ضرورت ہے ورنہ خطرہ یہ ہے کہ اُردو نعت گوئی صرف غزل کی ہیت میں بند ہو کر محض جلسے جلوس میں ترنم سے پڑھنے اور قوالی کی محفلوں میں گانے کا سرمایہ بن کر رہ جائے گی۔ نعت کا موضوع بہت بڑا ہے اور بڑا موضوع شاعر سے فکر و فن کے بڑے کینوس کا تقاضا کرتا ہے۔[۴]

نظمیہ ہیت میں نعتیہ شاعری کی کوشش قیام پاکستان کے بعد بھی جاری رہی ہیں ۔ پابند نظم کی ہیت میں لکھنے والے چیدہ چیدہ شعراء مظفر وارثی، عاصی کرنالی، حافظ مظہر الدین کرم حیدری، جلیل عالی ہیں۔ آزاد نظم میں لکھنے والوں میں مختار صدیقی ، عبدالعزیز خالد عارف المتین ، جیلانی کامران ، ادا جعفری، نعیم صدیقی ، ظہور نظر، قیوم نظر، امین چغتائی، اطہر نفیس ، محسن احسان ، امجد اسلام امجد ، قمر ہاشمی رشید ، قیصراتی ، پروین شاکر، صائمہ خیری، ناہید قاسمی، تحسین فراقی، جعفر بلوچ اور الطاف قریشی، سرشار صدیقی، شبنم رومانی، صبیح رومانی کے نام اہم ہیں۔

نظم کی ہیت میں نعتیہ عناصر:

اُردو شاعری میں نعت ایک موضوعی صنف سخن ہے۔ شعراء نے نعتیہ کلام کو ہر ہیت میں کہا ہے۔ ماضی میں نعتیہ کلام کے عناصر روایتی تھے جبکہ وقت کے ساتھ عناصر میں وسعت آئی ہے۔ بدلتے ہوئے حالات نے سوچ کو نئی سمت عطا کی۔ نعتیہ شاعری کے سفر میں عہد بہ عہد تبدیلی آئی۔ دور جدید کی نعتیہ شاعری روایتی نعتیہ کلام سے بہت آگے ہے۔ ماضی کی بہ نسبت دورِ جدید اور دورِ حاضر میں موضوعات میں تبدیلی نظر آتی ہے ۔ اس کی بڑی وجہ شعور کی آنکھ کا بیدار ہونا ہے نبی محترمؐ کی زندگی کے تمام حالات، واقعات، معاملات معیارات اور تعلیمات کو شعراء نے اشعار میں بطور مشعل راہ پیش کیے ہیں۔

اسی طرح نظمیہ کلام میں نعتیہ عناصر اردو ادب کی شعری روایت کے آغاز ہی میں ملتے ہیں۔ نعتیہ شاعری کی تاریخ، ارتقا، ترویج، حیثیت پر لکھا جانے والا تمام ادبی کام اس حقیقت کا شاہد ہے کہ قدیم شاعری کا سفر ہو یا دور حاضر کی اردو شاعری ہر عہد کے شعراء نے نعتیہ گلدستہ عقیدت کہنے کو باسعادت سمجھا ہے نبیؐ سے جڑے تمام حوالوں کو اپنی تخلیقی واردات میں عقیدت سے بیاں کیا ہے۔ شعراء نے اپنی دلچسپی کو مد نظر رکھتے ہوئے اردو شعری ادب کی تمام اصناف میں نعتیہ شاعری پر طبع آزمائی کی ہے۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ بعض شعراء نے قصیدے اور مثنویاں لکھیں، بعض نے نعتیہ نظمیں، غزلیں اور رباعیات کہی ہیں بعض شعراء تو ایسے ہیں جنھوں نے پورا دیوان لکھ ڈالا۔ نظم کی ہیت میں نعتیہ عناصر کی تقسیم تو کی جاسکتی ہے مگر ان کی حد بندی ناممکن عمل ہے۔

جلیل عالی کی نظم میں نعتیہ عناصر:

جلیل عالی عہدہ حاضر کے معتبر شاعر جن کو شاعری کے میدان میں خاص مقام حاصل ہے۔ایک باکمال شاعر کسی بھی ہیت میں اپنے اافکار کا نچوڑ پیش کرتا ہے آپ کی شہرت کی بہت سی وجوہات ہیں مگر نعتیہ کلام میں آپ کی فکری اور فنی مہارت معتبر نقوش پر استور ہے۔نعت گوئی کی صنف میں آپ کا قلم شعوری اور لاشعوری عقیدت اور احترام کو ملحوظ رکھتا ہے۔بحیثیت مسلم اسلامی افکار سے آگاہی اور لگاؤ آپ کو نبی محترمؐ سے روحانی ااور قلبی طور پر جوڑے ہوئے ہے۔جب انسان کسی فکر سے مستقل جڑا رہتا ہے۔تو اس شخص کی شخصیت، عملی زندگی اور فکر و فن کے تمام شعبوں میں اُن افکار کا اثر نمایاں نظر آتا ہے۔

جلیل عالی معتبر غزل گو ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے اور تجربہ کار نظم نگار بھی ہیں۔جلیل عالی نے اب تک شاعری کے میدان میں اُردو ادب کو "شوق ستارہ" "خواب دریچہ" "عرض ہنر سے آگے" اور "نور نہایا رستہ" چار شعری مجموعے دیے۔اس کے علاوہ خاور اعجاز نے "لفظ مختصر سے مرے" (انتخاب کلامِ جلیل عالی) میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کلام شائع کیا۔نعتیہ کلام ہر مجموعے کا حصّہ ہے۔اس کے ساتھ ساتھ جلیل عالی کے شعری مجموعوں میں نظم کی ہیت میں بھی نعتیہ عناصر کو باآسانی تلاش کیا جاسکتا ہے۔

جلیل عالی کی نظمیہ شاعری میں بے شمار نعتیہ عناصر ملتے ہیں۔مذکورہ بالا تحقیق میں اس بات کی وضاحت ہو چکی ہے کہ نعتیہ عناصر کو دو اقسام میں تقسیم کیا گیا بلاواسطہ نعتیہ عناصر اور بالواسطہ نعتیہ عناصر۔ست پرتیہ،قلبیہ، حاصل، پسند کا محاذ، عدم آباد سے ایک پیغام اور چلو پھر سے آپ کا نظمیہ کلام ہے جن میں بلاواسطہ اور بالواسطہ نعتیہ عناصر کی نشاندہی ہوتی ہے۔

بلاواسطہ (راست) نعتیہ عناصر:

ست پرتیہ

روح لغات حرف نعت

اُسؐ کی ذات بحر صفات

اک اک بات کنزِ نکات

اُسؐ کا وجود نویرات

اُسؐ کے طفیل موجوداتؐ

بالواسطہ (براہ راست) نعتیہ عناصر:

پسند کا محاذ

رن پڑا تو وفا کے متوالے

توڑ کر کل کی سوچ زنجیریں

پھاند کر ذات کی فصیلوں کو

آگ اور خون کے سمندر میں

کیسے دیوانہ وار کود گئے[۶]

جلیل عالی کی نظم میں بلاواسطہ (راست) نعتیہ عناصر

جلیل عالی کی نظم میں بناوٹ اور موضوع کے ساتھ زبردستی لگاوٹ کا شبہ نہیں ہوتا۔ان کی نظمیہ شاعری میں تجربہ کار نظم نگار شاعر کی صلاحیتوں کے جوہر نمایاں نظر آتے ہیں۔ جلیل عالی باقاعدہ طور پر ایک نظم نگار شاعر نہیں ہیں مگر نظم کے میدان میں آپ نے جتنا لکھا وہ ان کی باکمال تخلیقی کاوش ہے۔

جلیل عالی کی نظمیہ شاعری میں نعتیہ عناصر بالخصوص بلاواسطہ نعتیہ عناصر ملتے ہیں۔جو کہ نہ صرف اسلامی تعلیمات کا پرچار کرتے ہیں بلکہ ان کی حمایت اور پاسداری دنیا و آخرت کی کامیابیوں اور کامرانیوں کی دلیل ہے۔یہ بلاواسطہ نعتیہ عناصر جلیل عالی کی اسلامی افکار کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

جلیل عالی کی غیر مطبوعہ نظم "ست پرتیہ" کے آخری حصے میں بلاواسطہ نعتیہ عناصر کا بیان ملتا ہے۔یہ نظم خاور اعجاز کی کتاب انتخابِ کلام جلیل عالی "لفظ مختصر سے مرے" میں شائع ہوئی اس کے بعد "نور نہایا رستہ" میں یہی اشعار "روح لغات" کے عنوان سے شائع ہوئے۔شاعر جلیل عالی نے اس میں بلاواسطہ انداز سے نبیؐ کی تعریف اور توصیف کو بیان کیا ہے۔ان ابیات میں شاعر نے نبیؐ کی ذات سے جڑے تمام موضوعات کو اجمالی صورت میں پیش کیا۔

روح لغات حرف نعت
اُسؐ کی ذات بحرِ صفات
اک اک بات کنزِ نکات
اُسؐ کا وجود تنویرات
اُسؐ کے طفیل موجودات
زیب اُسے کل حسنات
وہ لہجہ قند و نبات
وہ سیرت راہِ نجات
اپنی لاج اُسؐ کے ہاتھ
سبز کرے کشتِ حیات
اُس کے نام سب ابیات [۲]

اس ساری نظم میں نبی ﷺ کی سیرت کی جھلکیوں کو خدوخال کی عکس بندی کے کینوس میں شاعر نے ایسا سمیٹا ہے کہ قاری شاعر کی سوچ کی گہرائی کا اندازا کر سکتا ہے۔ اس نظم میں مدحت رسولؐ، عظمت رسولؐ، اُسوہ حسنہ کے کمالات اور نبیؐ کی ذات بحیثیت نجات دہندہ تمام عناصر مربوط نظر آتے ہیں۔

اس نظم میں شاعر بغیر کسی واسطہ کے نبیؐ کی ذاتِ اقدس کی تعریف اور توصیف بیان کر رہا ہے۔ جلیل عالی اس نظم میں نبیؐ کی تعریف بلیغ انداز میں کرتے ہیں۔ یہ بالواسطہ نعتیہ کلام سہل ممتنع کی عمدہ مثال ہے جس میں شاعر نے آپؐ کی ذات کو تشبیہات کی مدد سے خوب صورت انداز میں بیان کیا۔ اظہار کا یہ مؤثر انداز مدحت رسولؐ کی تعریف اور توصیف کا حق ادا کرتا ہے۔ اس نظم میں شاعر جلیل عالی آپؐ کی ذات کو "بحر" سے، بات کو "کنز" سے تشبیہ دیتے ہیں۔ شاعر مختصر الفاظ میں معنی کی گہرائی دینے کے لیے تشبیہات کا استعمال کرتا ہے جو ایک مشکل عمل ہے۔ دوسرے شعرا کی نسبت جلیل عالی کی یہ خوبی ہے کہ وہ اپنی سوچ اور فکر کو بلیغ انداز میں سمجھانے پر قادر ہیں۔ بات جب نبی مکرمؐ کی ہو تو جلیل عالی کے الفاظ میں چناؤ اور محتاط انداز نظر آتا ہے۔ وہ عقیدت اور احترام ہمیشہ ملحوظ رکھتے ہوئے آپؐ سے جڑے تمام عناصر کو بیان کرتے ہیں۔ جلیل عالی اپنی اس نظم میں تشبیہات کا استعمال نبی اقدسؐ کے معیار کے مطابق کرتے نظر آتے ہیں۔

جلیل عالی کی غیر مطبوعہ نظم "قلبیہ" جو کہ خاور اعجاز کی کتاب انتخاب کلام "لفظ مختصر سے مرے" میں شائع ہوئی ہے۔ اس نظم میں شاعر نے مختلف موضوعات کے حوالے سے اپنی داخلی اور خارجی کیفیات کو بیان کیا ہے۔ نظم کو گیارہ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ گیارہوں حصہ میں کئی نعتیہ عناصر کی نشاندہی ملتی ہے۔

ربطِ خاص:

نبیؐ کی ذات خالق اور مخلوق دونوں کے درمیان ایک خاص ربط رکھتی ہے۔ یہ خاص ربط شریعت اور قرآنی تعلیمات ہیں جس کی ادائیگی ہر مسلم کا فرض ہے۔ اسی خاص ربط کی وجہ سے آپؐ معبوث ہوئے۔ تاقیامت آنے والی انسانیت اس ایک ہستی کی پیروی اور تقلید کی وجہ سے دنیا اور آخرت میں عروجِ کمال حاصل کر سکتی ہے۔

میان خالق و مخلوق

ربطِ خاص وہ ہستی ؎

رحمت رسول ﷺ:

جلیل عالی کی نظم "قلبیہ" میں انھوں نے بہت سی داخلی کیفیت کا اظہار شعری پیرہن میں کیا ہے۔ نظم سے جڑا ہر حصہ محض وقتی کیفیات اور جذبات سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ اصلاح اور عملی اقدام کی ترغیب دیتا ہے۔ جلیل عالی کی منظوم انداز میں کیفیات زیادہ مؤثر نظر آتی ہیں۔ آپؐ کے اشعار میں رحمت رسول کا عنصر ہو یا ربط خاص، ہر شعر دوسرے شعر سے مربوط ہے۔ آپؐ کی رحمت کی فیض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے ساتھ جڑنے کے لیے اطاعتِ رسولؐ کی تلقین فرمائی۔ آپؐ کی رحمت سب زمانوں اور زمینوں کے لیے ہے۔

زمانوں اور زمینوں پر
وہؐ اپنی رحمتوں کے ابر برسائے
اور اُسؐ کے دل پر اُتری آیتیں[۹]

نجات غم والم ذات گرامی ﷺ:

اُسیؐ کے پاس ہے
تہذیب کے ہر زخم کا مرہم
گر اُسؐ کی راہ اپنالے
مٹیں دنیا کے سارے غم[۱۰]

حکمت رسول ﷺ:

نبیؐ کی ذات علم و حکمت کا منبع ہے۔ آپؐ کی ذات حکمت کے خزانوں سے مالا مال ہے۔ جلیل عالی اپنی اس نظم میں ان افکار کا اعادہ کرتے نظر آتے ہیں۔ جلیل عالی کا کہنا ہے کہ ساری دنیا کا علم اور فلسفیانہ افکار آپؐ کی بعثت سے پہلے اور بعد ذرعرفان سے زرعرفان سے خالی ہے مگر واحد نبیؐ کی ذات گرامی کا اظہار سخن دانائیوں کا سرچشمہ ہے جس سے کل انسانیت کو راحت نصیب ہوئی۔

زرِ عرفان سے خالی فلسفوں کی
بھیڑ میں
سوچوں کو حکمت آشنا کرتے
سخن اسؐ کے
سب انسانوں کی راحت کے لیے[۱۱]

فیضانِ رسول ﷺ:

جلیل عالی اپنے اشعار میں اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ نبیؐ کا یہ فیضان ہے کہ اُن کے نور سے میرا باطن اور ظاہر سب روشن ہو گیا ہے۔ ورنہ ہدایت کے راستے کی تلاش میں انسان صحیح سمت نہ ملنے پر بھٹک جاتا ہے۔ اگر اس شعر پر غور کیا جائے تو شاعر "فیض" کے لفظ میں ساری سیرت محمدؐ کو پیش کرتے ہیں اُن کے نزدیک نبیؐ کا فیضان ہے کہ اُن کے نور سے انسان اپنے ظاہر اور باطن کی خرابیوں کو دیکھ سکتا ہے اور اُن کی اصلاح و درستگی آپؐ کی سیرت کے نقش سے پاتا ہے۔ جلیل عالی کے شعر میں اقبال کی فکر سے وابستگی تو جا بجا ملتی ہے۔ اسی بات کا اظہار اُنھوں نے اپنے بہت سے اشعار میں کیا۔

جلیل عالی نے اپنی اس نظم میں تضمین کے طریق کو اپنایا ہے۔ البتہ اقبال کے شعر کو اپنے کلام کا حصہ بنایا ہے۔ یوں کہا جا سکتاع ہے کہ یہ نظم تضمین کی عمدہ مثال ہے۔

مجموعی طور پر یوں کہا جا سکتا ہے کہ جلیل عالی اپنی اس نعت میں بلاواسطہ اپنے ان جذباتِ عالیہ کو بیان کرتے ہیں جو سراپا رسولؐ کے حوالے سے ہیں۔ جلیل عالی نے اپنی اس نظم میں نہ صرف شاعری کے اصولوں اور اُس کی باریکیوں کا خیال رکھا بلکہ نبی محترمؐ کی مدحت کو بیان کرنے کے لیے عقیدت اور احترام کے اصول و قواعد کو بھی ملحوظ رکھا۔ اس بات کا اظہار خاور اعجاز کچھ یوں کرتے ہیں:

> "عالی نے جہاں قواعد شعری کی پابندی کرتے ہوئے نعت کہی وہاں قواعد توصیف کو بھی پیش نظر رکھا۔ وہ عشق رسول کے علاوہ صداقتِ مضمون، موزونیت الفاظ، پاس واقعات اور احترام نبیؐ جیسے مراحل سے بھی سلاست روی کے ساتھ گزرتے ہیں۔"

جلیل عالی کی نظم نگاری میں اور خاص طور پر نعتیہ کلام کے اندر الوب کی پختگی، معنوی گہرائی، شعری جمال، معنی آفرینی اور خیال بندی سب ہیں۔ اُنھوں نے نبیؐ کی ذات کے حوالے سے جو بلاواسطہ عناصر بیان کیے ہیں ان میں صوری محاسن پر توجہ رکھنے کی روایتی روش کی بجائے مقصد نبوت کو مقدم رکھا ہے۔

اسیؐ کے فیض سے
پُر نور میرا باطن و ظاہر
"نگاہِ عشق و مستی میں
وہیؐ اول وہیؐ آخر"[۱۲]

جلیل عالی کی نظم نگاری میں اور خاص طور پر نعتیہ کلام میں اسلوب کی پختگی، معنوی گہرائی، شعری جمال، معنی

آفرینی اور خیال بندی سب۔

جلیل عالی کی نظم میں بالواسطہ نعتیہ عناصر

نبیؐ کی ذات گرامی نے زندگی کے تمام انفرادی اور اجتماعی معاملات کے لیے انسانیت کو تعلیمات، عملی نمونہ (اسوہ حسنہ) سے نواز۔ بالواسطہ عناصر کا دائرہ کار بہت وسیع ہے اس لیے بالواسطہ نعتیہ عناصر کو شمار کرنا مشکل عمل ہے۔

تعلیمات اسلام:

انسان اپنی پیدائش سے اب تک ہمدردی، محبت، وفا، مربوط، مضبوط اور منظم روابط کا اجتماعی طور پر طلب گار رہا ہے۔ ابتدا سے اب تک دنیا کا ہر مذہب اور قوم انھی تعلیمات کا پرچار کرتی ہے۔ مگر سچ تو یہ ہے کوئی بھی بظاہر عملی طور پر کاربند نظر نہیں آتا۔ ماسوائے دین اسلام کے جو کہ کل انسانیت کے لئے وفاؤں، محبتوں اور مضبوط اجتماعی مراسم کا عملی نمونہ ہے۔ انسان ہمیشہ سے انسانیت کا خیر خواہ رہا ہے یہی وجہ ہے کہ اسے ایسا نظام چاہیے جو بقائے حیات تک سب کی خوشحالی کا اور خوش نما زیست کا ضامن ہو۔

نبی مصطفیٰ ﷺ وہ معزز اور محترم ہستی ہے جو دین اسلام کا اقرار نہ صرف قولی حیثیت سے کرتے ہیں بلکہ آپؐ کی ذات اقدس اسلام کی تعلیمات کا عملی نمونہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبیؐ کی ذات اُن تمام خواہشوں کی تکمیل کے لئے مکمل ضابطہ حیات پیش کرتی ہے جس کا تقاضا انسانیت مختلف حیثیتوں سے کرتی ہے۔

ماضی میں جہالت اور صراط مستقیم سے دوری اور عہد جدید میں سائنسی ترقی نے انسانیت کو غیر محفوظ کر ڈالا ہے۔ اسی وجہ سے معاشرتی مسائل کے لئے یہ صورتِ حال سوالیہ نشان بن کر رہ گئی ہے۔ ان حالات میں نہ صرف ایک عام انسان فکر مند ہے بلکہ اہل قلم بھی انسانیت کی بقا اور خیر و عافیت کے لئے علم و فکر کے سمندر میں غوطہ زن ہے۔

چلو پھر سے
ہمدرد لمحوں کو جوڑیں
محبت کے زندہ زمانے بنائیں
وفاؤں کے
اُن ساحلوں سمت جائیں
جہاں

مشترک خواب کی کشتیاں
بادبان کھولتی ہیں [۱۳]

جلیل عالی کا نام اُن شعراء میں آتا ہے جو بقائے انسانیت، اور اجتماعی مساوات کے لئے نبی محترمؐ کی تعلیمات اور اسلام کو دل و جان سے عزیز رکھتے ہیں۔ یہی اثرات جلیل عالی کی نظمیہ شاعری میں بھی جا بجا ملتے ہیں۔ جلیل عالی کی علمی، فکری، فنی اور تخیلاتی دنیا میں اسلامی تعلیمات کی جڑیں بہت مضبوط کے پیوست ہیں۔

مذکورہ بالا جلیل عالی کی نظم "تجدید" میں جن وفاؤں اور ہمدردیوں کا پیغام ملتا ہے وہ اسلامی تعلیمات کی طرف عمیق اشارہ ہے۔ اس نظم میں انھی احساسات اور افکار کا اظہار ہے جو اسلامی تہذیب، اسلامی روایات کی ہمیشہ سے بنیاد رہی ہیں کیونکہ یہی اصل راز ہے انسانیت کو آپس میں مربوط کرنے کا۔

محبت، وفا، ہمدردی اور اجتماعی نظام حیات کی تلقین شاعر کی سوچ کی اُڑان ہے۔ محبت جب نفرت، وفا جب بے وفائی،، ہمدردی جب بے حسی کا روپ دھار لے تو صدیوں سے مضبوط اقوام بھی عبرت کا نشان بن جاتی ہیں۔ معاشرتی بگاڑ کی اصلاح تبھی ممکن ہے جب نفرت، بے وفائی، بے حسی اور انا کی جگہ ہمیشہ محبت، وفا، ہمدردی ہو۔ جلیل عالی نے محبت، ہمدردی، وفا کے الفاظ کو علامتی طور پر بیان کیا، اسلام خیر خواہی کا درس دیتا ہے۔ خیر کے سمندر سے محبت، ہمدرردی اور وفا کے چشمے بہتے ہیں۔ اس سلسلے میں بہت سی آیات ور احادیث ہیں۔

حضرت نواسؓ بن سمعان سے روایت ہے، نبی کریمؐ نے فرمایا: "نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے۔ اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹک پیدا کرے۔" [۱۴]

حضرت نعمانؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا: "مومن آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی، محبت اور شفقت کرنے کی بناپر ایک جسم کی طرح ہے۔" [۱۵]

وفا شعاری کا جذبہ انسان کو ایفائے عہد کی تلقین کرتا ہے انسانی مراسم تبھی مضبوط ہوتے ہیں۔ اسلامی احکامات ہر موڑ پر اس کی تلقین کرتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اے ایمان والو! عہدوں کو پورا کرو۔" [۱۶] المائدہ (۱)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "عہد کو پورا کرو، اس لیے کہ عہد کی بابت پوچھا جائے گا۔" [۱۷] الاسرا (۳۴)

حضرت ابن مسعودؓ حضرت ابن عمر اور حضرت انسؓ سے روایت ہے نبی کریم نے فرمایا:

" قیامت والے دن ہر عہد توڑنے والے کے لیے ایک جھنڈا ہو گا، کہا جائے گا یہ فلاں کی بدعہدی کا نشان ہے۔ [۱۸] صحیح بخاری

جلیل عالی کا تعلق اسلامی معاشرے کے اُس گروہ سے ہے جو ذہنی طور پر بہت مضبوط ا انسان ہیں۔ ذہنی مفلوج اور متعصب افراد کی بیسا کھیوں کا سہارا لینا کبھی گوارا نہیں کرتے کیونکہ ان کو ختم المرسلین محمد مصطفی کی اسلامی تعلیمات پر مکمل بھروسہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جلیل عالی کی نظمیہ شاعری میں آپؐ کی تعلیمات کا عکس ملتا ہے قومی اور مذہبی زندگی کی حمیت اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ممکن ہے۔ قوموں کے تحفظ کا ذمہ دار وہ متوالہ جان باز ہے جو جان کی پرواہ کیے بغیر آگ وخون کے سمندر میں کود پڑتا ہے۔ زندگی کے میدان میں آخرت کی فکر اُسے مغلوب سوچ کی زنجیروں سے آزادی کا سبق دیتی ہے اور باہمت انسان نفس کا باغی اور صداقت کا پیامبر کہلاتا ہے۔ جلیل عالی کی نظم ''پسند کا محاذ'' میں بالواسطہ نعتیہ عناصر کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

رن پڑا تو وفا کے متوالے
توڑ کر کل کی سوچ زنجیریں
پھاند کر ذات کی فصیلوں کو
کیسے دیوانہ وار کود گئے
اور ہم کو انتظار کب
معرکہ ختم ہو تو اپنا قلم
فاتحوں کے لئے قصیدے کہے
مرنے والوں کے مرثیے لکھے [۱۹]

جلیل عالی ان اشعار میں ہمیں مسلم فکر رکھنے والے متوالے کی بہادری کا ذکر کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایک بہادر جان باز کسی مصلحت کا شکار نہیں رہتا۔ نظم کے ابتدائی حصّے میں جہاد کی ترغیب اور مسلم فکر اور جہاد کی تعلیمات چاہے وہ جہاد بن النفس ہو یا جہاد بن السیف ہو عکس ملتا ہے جو کہ ہم نبیؐ کی حیات مبارکہ تعلیمات رسول اور دین اسلام کے احکامات کی روشنی میں دیکھ سکتے ہیں۔

اللہ تعالی فرماتے ہیں: "نکلو ہلکے ہو یا بوجھ۔ اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔" [۲۰] (التوبہ ۴۱)

حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سوال کیا:

"اے اللہ کے رسول! کون سا عمل اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ آپؐ نے فرمایا: '' وقت پر نماز پڑھنا۔" میں نے کہا پھر کون سا؟ آپؐ نے فرمایا: ''ماں باپ کے سات حسن سلوک کرنا۔'' میں نے کہا پھر کون سا؟ آپؐ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔'' [۲۱]

قلم ایک ایسا ہتھیار ہے جو تہذیبِ انسانی کی نشو و نما، نسل در نسل منتقلی کا اہم ذریعہ ہے۔ یہ قلم ہی ہے جس

نے نسلِ انسانی کو جہالت کے آسیب سے نکال کر روشن حال اور تابناک مستقبل کے لئے شعور کی آنکھ بخش دی۔ زندگی کی ہر موڑ پر ذی شعور اہل قلم قوم کا اثاثہ کہلاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اہل قلم کی ذمہ داری بہت بڑی ہے۔ صاحبانِ علم ودانش چاہے کسی بھی شعبے سے تعلق رکھتے ہوں معاشرے کی راہنمائی ان کا فریضہ ہے۔

اس نظم کے آخری حصّے میں جلیل عالی اُن اہل قلم شعراء کا ذکر کرتے ہیں جو مصلحت کا شکار ہیں۔ نظم کے اِن اشعار میں مصلحت کی رُو میں بہہ جانے والے اہل قلم کو ملامت کر رہے ہیں۔ جلیل عالی اہل قلم کی اس روش کی تردید کرتے ہیں اُن کے خیال میں مرنے والوں کے صرف قصیدے اور مرثیے لکھ کر اپنی ذمہ داری سے بری الذمہ ہونا کوئی عقلمندی یا بہادری نہیں۔ ان کی سوچ عین اسلامی فکر کی ترجمانی کرتی ہے۔

جلیل عالی کی افکار اسلامی تہذیب کی مکمل قائل ہیں جس کے مطابق اہل قلم کا تو یہ فرض ہے کہ جہاد بالقلم کے ذریعے سے حقیقت حق کو آنے والی نسلوں تک منتقل کرنا سب کی ذمہ داری ہے۔ نہ کہ خود کو مصلحت کی تند و تیز ہواؤں کے سپرد کر کے اصل حقیقت سے نظریں چرائیں۔ ان کی سوچ عین اسلامی فکر کی ترجمانی کرتی ہے۔ قلم اور اہل قلم کی اہمیت قرآن وحدیث سے ثابت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "قسم ہے قلم کی اور قسم ہے اس کی جو کچھ وہ لکھ رہا ہے"۔[۲۲] (القلم، ۱)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا"۔[۲۳] (العلق، ۴)

حدیث شریف میں تین چیزوں کو ذریعہ ثواب قرار دیا جن میں ایک وہ علم بھی ہے جس سے فائدہ اُٹھایا جائے۔

حضرت مغیرہ شعبہؓ: روایت کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا:

"میری امت میں سے کچھ لوگ ہمیشہ حق پر قائم اور غالب رہیں گے حتیٰ کہ جب قیامت آئے گی تب بھی وہ غالب ہوں گے"۔[۲۴]

(اللولو والمرجان: ۵۷۴)

ایک قلم کار ہونے کی حیثیت سے جلیل عالی اپنی نظم "القلم" میں مصلحت پسند اہل قلم کی خود پسندانہ روش کی مخالفت کرتے ہیں۔

کوئی جبر شاہی
کوئی دام دانش فروشاں
مجھے دستِ ظلمت کی بیعت پہ تیار کرلے
یہ ممکن نہیں[۲۵]

تصور موت بعد حیات:

موت کا لفظ اپنے اندر جدائی، فراق اور دوری کی کرب ناک کیفیات کا تصور ذہن و روح پر نقش کرتا ہے۔ موت کائنات میں موجود ہر جاندار کا مقدر ہے۔ خاص طور پر جن وانس عقیدہ حیات بعد موت کے تصور سے باخوبی واقفیت رکھتے ہیں۔ ماضی سے تاحال موت کو خوف ناک حقیقت کے طور پر پیش کیا جاتا رہا ہے۔ جبکہ دین اسلام میں موت کا بہت خوب صورت تصور پیش کیا گیا ہے۔ تعلیمات اسلام میں موت کو ختم ہو جانے سے تعبیر نہیں کیا گیا بلکہ یہ ابدی زندگی کی طرف جانے کا پہلا زینہ ہے۔ ایک مسلمان موت کے نام سے خوفزدہ نہیں ہوتا بلکہ آنے والی ابدی زندگی کی تیاری کے لئے ہر وقت خود کو صراط المستقیم کی شاہراہ پر مستقل قائم رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔

جلیل عالی کی نظم ''عدم آباد سے ایک پیغام'' میں شاعر حیات بعد موت کے تصور کو بیان کر رہا ہے جلیل عالی نے موت کو اسلامی خطوط پر صحیح معنوں میں بیان کیا ہے۔

تم
اس کو
موت کہتے ہو
یہ کیسا
خوف طاری ہے۔
نکل کر
باغ دنیا سے بھی
اپنی سیر جاری ہے [۲۶]

(عدم آباد سے ایک پیغام)

جلیل عالی اپنی نظم میں موت کی حقیقت اور موت بعد حیات کے اسلامی تصور کی تصدیق کرتے ہیں۔ جلیل عالی اقبال کے کی طرح اسلام کی آفاقیت کے مدّاح ہیں۔ ماضی کے شعراء میں اگر اقبال کی شاعری کا جائزہ لیا جائے تو اقبال بھی موت بعد حیات کے تصور کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔ اقبال کے ہاں حیات بعد موت کے تصور میں موت ایک لازول حیات کا پیش خیمہ ہے۔

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی ، صبح دوام زندگی [۲۷]

اقبال کی شاعری میں موت کے اٹل حقیقت ہونے کا تصور، حیات بعد موت اور موت کے بعد ابدی زندگی کا تصور ملتا ہے۔

زندگی انسان کی ہے مانند مرغ خوش نوا
شاخ پر بیٹھا کوئی دم، چہچہایا اُڑ گیا
زندگی کی شاخ سے پھوٹے، کھلے مرجھا گئے
موت ہر شاہ و گدا کے خواب کی تعبیر ہے [۲۸]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: '' ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اور تم سب کو پورے پورے بدلے قیامت ہی کے دن ملیں گے۔ [۲۹] (العمران: ۱۸۵)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اس زمین میں جو کوئی ہے۔ فنا ہونے والا ہے۔ اور صرف تمھارے پروردگار کی جلال والی اور فضل و کرم والی ذات باقی رہے گی"۔ [۳۰] (الرحمن ۲۷،۲۶)

میں نے سب زنجیریں توڑیں
کن جتنوں کن تدبیریں سے
صدیوں کی تقدیریں توڑیں
توڑ چکا تہذیب کا بندھن
کاٹ چکا ایمان کا آہن
پھاند چکا مذہب کی کھائی
پھر بھی دنیا ہاتھ نہ آئی [۳۱]

گویا شاعر یوں کہنا چاہتے ہیں کہ کے "لفظ" میں ہی نسیاں کا سایہ ہے جو انسان کی کم عقلی، ذہنی کجی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ تخلیقِ انسانیت کی ابتدا سے انسان فطرتاً مفاد پرست رہا ہے۔ مفاد پرست انسان ہمیشہ دشوار اور کٹھن راستوں کا مسافر رہا ہے۔ یہ اس کی خام خیالی ہے کہ وہ ایمان، تہذیب، مذہب اور تقدیر سے بالاتر ہو کر کامیابی کا سفر طے کرے گا نتیجتاً ناکام اور نامراد ہوتا اور کچھ بھی اُس کو نہیں ملتا۔

جلیل عالی کے نظریات میں تہذیب، ایمان اور مذہب کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اس نظم میں مفاد پرست شخص کی بے حسی کو بیان کیا جو خود پسندی کی دوڑ میں سب پس پشت ڈال دیتا ہے۔ نبیؐ نے مفاد پرستی اور خود پسندی کی ہمیشہ تردید کی۔ اس سلسلے میں آپ نے فرمایا:

"حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا :''ہلاکت میں ڈالنے والی تین باتیں (۱) ایسی خواہش جس کا انسان تابع اور غلام بن کے رہ جائے (۲) ایسی حرص جسے مقتدر اور پیشوا مان لیا جائے (۳) خود پسندی، فرمایا یہ بیماری ان تینوں میں خطرناک ہے۔"[۳۲]

جلیل عالی کی نظم ''حاصل'' کے آخری مصرے'' پھر بھی دنیا ہاتھ نہ آئی'' دنیا کی بے ثباتی کا اظہار ملتا ہے اس اشعار میں نہ صرف مفاد پرست انسان کی حیات کا نقشہ کھینچا گیا ہے بلکہ دنیا کی بے ثباتی کو اس تناظر میں واضح کیا گیا ہے۔

قرآن کی روشنی میں دنیا کی بے ثباتی کو کھلے الفاظ میں پیش کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ جبکہ آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی بھی ہے"[۳۳] (اعلیٰ ۱۶،۱۴)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "دنیاوی زندگی تو دھوکے کے ساماں کے سوا کچھ نہیں"۔[۳۴] (العمران، ۱۸۵)

جلیل عالی کی نعتیہ شاعری میں وفا کی ترغیب ملتی ہے۔ نبیؐ کی تقلید کو جلیل عالی نے وفا سے تعبیر کیا ہے۔ آپؐ کا اسم اعظم ہی سے وفاداری تمام آزمائشوں اور بلاؤں سے نجات کا ذریعہ ہے۔ اسی افکار کا ذکر "عرض ہنر سے آگے" میں جلیل عالی نے اپنی نظم "چلو پھر سے" میں کیا ہے۔

وفا کا اسم اعظم آزمائیں
سروں سے دور ہوں ساری بلائیں

جلیل عالی کے کلام میں بہت سی ایسی نظمیں بھی ہیں جن میں صحابہ کرامؓ، اہلِ بیت کی تعریف اور توصیف کی گئی ہے۔ ہر وہ کلام جس میں بزرگانِ دین، صحابہ کرام، اہل بیت کی تعریف و توصیف بیان ہو منقبت کہلاتی ہے۔ گفتار علی، کردار علی، صدیق اکبر، وہ حسینؓ ابن علیؓ، اہل بیت پر "سلام" کے عنوان سے تین نظمیں ہیں یہ نظمیں بالواسطہ نعتیہ عناصر کے دائرے میں آتی ہیں۔ حضرت علیؓ ہوں، صدیق اکبرؓ ہوں یا امام حسینؓ، سب نے آپؐ کی زندگی میں آپؐ کے ہاتھوں تربیت پائی اُن سب کی تعریف اور توصیف بیان کرنے کا مطلب ہے نبیؐ کی مدحت بیان کرنا۔ آپؐ کے راستے آپؐ کے اُسوہ حسنہ کی تائید اور حمایت کرنا اُن سب کے کردار سے زریں اُصول لے کر زندگی گزارنا:

شاہ نے ثور میں ساتھی جو بنایا اُس کو
ہوئی اصحاب کو اعزاز رفاقت اُس کی

(نور نہایا رستہ، ص ۱۰۱)

خوشبوئے محبت سب کے لیے

باطل پہ تنی تلوار علی

صفحہ ۱۰۳

وہ حسینؓ ابن علیؓ

اُس سے انسان کا بھرم (ص۱۰۹)

منقبت میں نظیر آبادی، میر انیس، مرزا ادیب، مرزا غالب، امیر مینائی، احمد رضا بریلوی، محسن کاکوروی اور جعفر بلوچ کے نام اہم ہیں۔ نظیر اکبر آبادی کی کلیات میں حضرت علیؓ کی منقبت حضرت علیؓ کا معجزہ، مناقبِ شیر خدا کے عنوان سے نظمیں ہیں۔ اس کے علاوہ "بانگ درا" میں شامل اقبال کی نظمیں "بلال" اور "صدیق" منفرد اور انوکھی مثالیں ہیں۔ منقبت اقبال کی ہو یا نظیر اکبر آبادی کی روایتی تعریف و توصیف کی بجائے آفاقی پیغام کی عمدہ مثالیں ہیں۔ یہی آفاقی پیغام جلیل عالی کی منقبت میں نظر آتا ہے۔ وہ کوئی روایتی تعریف و توصیف کے پل نہیں باندھتے بلکہ اصلاحِ عامہ کے مقصد کو ہر حال میں مد نظر رکھتے ہیں۔ یہی نصب العین اقبال، حالی، نظیر اکبر آبادی کی شاعری میں ملتا ہے۔

جلیل عالی کی نظم میں نعت گوئی

قصیدہ، مثنوی، غزل، نظم اور رباعی شعری ادب کی اہم اصناف ہیں۔ نعت بھی ایک موضوعاتی صنف سخن ہے۔ نعت کی یہ خوبی ہے کہ ہر صنف میں شعرانے نعتیہ کلام پر طبع آزمائی کی ہے۔ نعت گوئی کا فن سیکھنے کا محتاج نہیں ہے بلکہ یہ تو کشف و وجدان کے سیپ کے نادر موتی ہیں۔ ایک نعت گو شاعر علمی بصیرت اور فن شاعری کی مہارت کے بغیر اس کلام کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

اُردو ادب کے پلٹ فارم پر نعتیہ شاعری اپنی جدا شناخت رکھتی ہے۔ نعت گوئی کے طفیل شاعری کے میدان میں جلیل عالی کی شاعری بامقصد اور معیاری مقام رکھتی ہے۔ نعت گوئی کے میدان میں جلیل عالی نے ایک باشعور نعت گو شاعر ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ نعت گوئی میں جلیل عالی منفرد حیثیت رکھتے ہیں جو ان کو عہد حاضر کے نعت گو شعراء میں ممتاز کرتی ہے۔ باقاعدہ نظم نگاری کے فن میں اُن کا تخلیقی سفر مختصر ہے۔ یہی وجہ کہ نعتیہ نظم کہنے میں آپ کی تخلیقی کاوش بھی بتدریج پروان چڑھتی رہی۔ نظم کی ہیت میں جلیل عالی کی نعت معنوی اور لفظی خوبیوں سے مالا مال ہے۔ حقیقی علمی بصیرت، شعور وادراک کی جن خوبیوں کی نعت گوئی متقاضی ہے کماحقہ جلیل عالی کی شخصیت اُن کا خاصا ہے۔ جلیل عالی کی نعت گوئی کے خصائص کا ذکر امین راحت چغتائی نے اپنے مضمون "صبح آشنائی" میں کیا ہے۔

''جلیل عالی ہوش سے نعت کہنے والے شاعر ہیں۔ آدابِ رسالت ہمہ وقت پیشِ نظر رہتے ہیں۔ بارگاہ رسالت میں استدعا کے لئے شایان شان الفاظ کا انتخاب، آسان اسلوب و ملائم اسلوبِ اظہار، عجز و انکسار کا شعار ان کی نعت کی خصوصی اوصاف ہیں۔''

جلیل عالی کا تعلق اُن باہمت افراد میں سے ہے جو معاشرتی اصلاح کے لئے عملی زندگی کے موضوعات کو اپنے نعتیہ کلام میں حکیمانہ انداز سے بیاں کرتے ہیں۔ معاشرتی زندگی کی اصلاح کے لئے انھوں نے نبیؐ کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو اُجاگر کیا تاکہ ہر شخص آپؐ کی زندگی کے تمام حوالوں اور معاملات کو زندگی کے لیے اُصول بنالیں۔ جلیل عالی نے نظمیہ ہیت میں کہے جانے والے کلام میں نبیؐ کی زندگی سے جڑے بہت سے پہلوؤں کو روشن کیا ہے۔ جو کہ سب کے لیے ہدایت اور صراط مستقیم کی حیثیت رکھتے ہیں۔

جلیل عالی کی نعت نگاری میں زندگی سے جڑے متنوع موضوعات کا بیاں ملتا ہے۔ بالخصوص معاشرے کی اصلاح اور اسلامی ذہن کے مالک انسان کی فکری تعمیر کے لئے آپ نے روایت سے ہٹ کر جداگانہ انداز سے نعتیہ کلام کو ادب کا حصہ بنایا۔ نعت کے میدان نظمیہ ہیت میں چیدہ چیدہ موضوعات یہ ہیں۔ رحمت رسولؐ، حکمت رسولؐ، نجات دہندہ، فیضان رسولؐ، تعلیمات رسولؐ، اجتماعیت کی اہمیت، محبت، وفا، ہمدردی معاشرتی اصلاح کے محرکات

،بقائے انسانیت، اجتماعی مساوات، قولی فعلی عملی جہد مسلسل، قلم کی اہمیت اور اہل قلم کے فرائض، تصور حیات بعد الموت، تصور الموت بعد حیات، خود پسندی اور مفاد پرستی اور دنیا کی بے ثباتی کو اشعار کا موضوع بنایا۔ یہی وجہ کہ جلیل عالی کے نعت نگاری کے موضوعات متنوع اور ان گنت ہیں۔ یہ تمام موضوعات زندگی کے معاملات و مسائل کا احاطہ کرتے ہیں۔

جلیل عالی نے اپنے چار شعری مجموعوں شوق ستارہ، عرض ہنر سے آگے اور نور نہایا رستہ میں نظم کی ہیت میں نعتیہ کلام پیش کیا ماسوائے "خواب دریچہ" کے۔ نظم کی ہیت میں نعتیہ کلام ہر مجموعے کا حصہ ہے۔ جلیل عالی کے ہاں نظم کی ہیتوں میں نعتیہ کلام ملتا ہے۔ نعتیہ کلام کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

نظم پابند:

وہ دم دم روبرو
اُس سے جستجو ہے[۳۶]

طویل نظم:

مجھ پر کھول خدایا رستہ
نعت محمد والا رستہ[۳۷]

آزاد نظم:

وہ دل زمینوں میں
فصلِ صدق وصفا اُگاتا[۳۸]

مثنوی:

ایک لمحہ کہ ملیں سارے زمانے
ایک نکتہ سبھی حکمت کے خزانے جس میں[۳۹]

ایک شجر صحرا ٹھنڈی چھاؤں والا
ایک سمندر برکت بھری دعاؤں والا[۴۰]

جلیل عالی کا شعری مجموعے "عرض ہنر سے آگے' کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے حصہ غزل، حصہ نظم۔ حصہِ نظم کی ابتدا مدحتِ رسول سے کی جو کہ ایک آزاد نظم کی ہیت میں ہے۔اس نظم میں نعتیہ اسلوب اور لسانی ڈھانچہ پختہ ہے جلیل عالی شوقیہ اور پیشہ ور نعت گو نہیں ہیں۔ان کے ہاں نعتیہ کلام میں نبیؐ کی سیرت اور کردار کو الفاظ کی گہرائی او عقیدت سے بیاں کیا ہے۔ان کی نعتیہ شاعری میں آدابِ رسالت اور شانِ مصطفٰی کا خاص خیال رکھا ہے۔ شعراء کی بڑی تعداد نے آپؐ کی سیرت کے پہلوؤں اور سراپا رسول کو جدا جدا بیان کیا مگر جلیل عالی کے شعری مجموعہ "عرض ہنر سے آگے" میں ایک ہی نظم میں سراپا رسولؐ اور سیرت اور کردار کو مربوط انداز سے پیش کیا ہے اس نظم میں آپؐ کی سیرت کی جھلکیاں کو انوکھے انداز میں پیش کیا۔ نظم کا اسلوب اپنے اندر اتنی پختگی رکھتا ہے کہ سراپا رسولؐ میں سیرت کی جھلکیاں ملتی ہیں۔

وہ دل زمینوں میں
فصلِ صدق وصفا اگاتا
میان غیب و حضور
اک دوسرے میں پہچانتی نگاہیں
ہوا سے
رفتا کے توازن کا
بھید کہتا خرامِ موزوں [۴۲]

اس نظم کے حوالے خاور اعجاز کہتے ہیں:

"یہ نعتیہ نظم عالی کے جذبات عالیہ کا دلکش نمونہ ہے،احتیاط کا دامن تھامے وہ عشق و مستی کی راہ میں ایک عاشق صادق کی طرح نبی پاکؐ کا سراپا اور اُن کی سیرت کو پھولوں کی طرح الفاظ کی لڑی میں پروتے ہیں۔"

جلیل عالی کی شاعری کا اہم وصف مدحت رسولؐ ہے۔ جلیل عالی کی انفرادیت اس لئے بھی اہم ہے کہ انھوں نعت گوئی کے فن کو مستقل طور پر اپنایا اور اُن کا دلکش اور منفرد اسلوبِ بیان اپنی ایک خاص شناخت رکھتا ہے۔ جلیل عالی کا شمار اُن شعراء میں ہوتا ہے جن کا لب ولہجہ اور خلوص سے بھرپور اندازِ بیان ان کے نعتیہ کلام کو پرتاثیر بناتا ہے۔ ان کی نعت میں سرورِ دوعالم ﷺ سے اظہار محبت میں شدت کا پہلو موجود ہے جو ایمان کی پختگی کا باعث ہے۔ بارگاہِ رسالت کے شایان شان الفاظ کا استعمال ان کے ہاں بڑے قرینے اور عقیدت سے پایا جاتا ہے۔ جلیل عالی نے اپنے مجموعے "نور نہایارستہ" میں نظم کی ہیت میں نعتیہ کلام پیش کیا ہے۔ جہاں یہ نعتیہ کلام محبوب خدا کی مدحت، عقیدت کا بیاں ہے وہیں اس کلام میں جلیل عالی کے قلب وشعور کی پوشیدہ گہرائیں واضح ہوتیں ہیں۔

مجھ پر کھول خدایا رستہ

نعت محمد والا رستہ

جس پر سوچ سلامت جائے

ہو محفوظ کچھ ایسا رستہ [۴۲]

جلیل عالی نے نظمیہ ہیت میں جو اشعار کہے ان کی ایک خصوصیت یہ کے وہ تعلیمات نبویؐ کا مظہر ہے۔ انھوں نے روایتی فضا کے برعکس نعت کو اصلاح اور تبلیغ کا ذریعہ بنایا۔ دوسری شعری اصناف کی طرح نعت گوئی کے فن میں تخلیقی باریکیوں کی پابندی کے ساتھ شرعی تقاضوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ یہی بنیادی وجہ ہے جو جلیل عالی کی شاعری کا خاصا ہے۔ آپ کی نعت میں شرکیہ جملوں کی احتیاط کا خاص خیال نظر آتا ہے۔ ان کے ہاں ایسا کلام ہے جو نبیؐ کی دنیا میں بعثت کا بیان ہے۔ نبیؐ دنیا میں اللہ تعالی کا پیغام لے کر آئے جو کہ قرآن و حدیث کی روشنی سے ثابت ہے۔ آپ ﷺ کی ذات مخلوق اور خالق کے درمیان ربط خاص کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جلیل عالی اسی درست تعلیمات کے حامی ہیں۔

میان خالق و مخلوق

ربطِ خاص ہے وہ ہستی [۴۳]

وہؐ جس کی حد سے آگے

فقط اللہ ھُو ہے [۴۴]

نعت رسولؐ کہنے کے لئے محبت رسولؐ کے جذبے کا ہونا لازمی شرط ہے۔ آپ کے ہاں نظم کی ہیت میں جو بھی اشعار ہیں ان میں حب رسولؐ کا خالص جذبہ شامل ہے۔ جلیل عالی کی نعتیہ نظم میں آپ ﷺ سے محبت اور خلوص کا جذبہ ہے کہ الفاظ بحر رواں کی مانند قرطاس کی زینت بنتے جاتے ہیں۔

حکمت دوراںؐ، رحمت عالم

درد کا رشتہ، پیار کا رستہ [۴۵]

جب تک کوئی شخص خود کو علم اور تربیت کے لئے آمادہ نہیں کرتا اور پھر اسی آمادگی کو محنت، خلوص اور مستقل مزاجی کے پیمانوں پر نہیں پرکھتا وہ شخص کبھی درست منزلوں کا سفر نہیں کر سکتا۔ علم وہ جو رب دوجہاں کی عطا ہو تربیت وہ جو نبی ﷺ کے اسوہ حسنہ کی مثل دنیا اور آخرت کی کامیابی کی ضامن ہو۔ جلیل عالی کی نعتیہ شاعری میں زندگی کی اصلاح کے لئے باری تعالی کا عطا کیا علم اور تربیت کے لیے اسوہ حسنہ ﷺ کو دستورِ حیات تسلیم کیا گیا ہے۔

تحریروں کی تنویریں تقریریں اُسؐ کی
تقدیروں کی تعمیریں تدبیریں اُسؐ کی[۶]
ایک لمحہ کہ ملیں سارے زمانے جس میں
ایک نکتہ سبھی حکمت کے خزانے جس میں[۷]

نعت گوئی کا فن خدا کی بخشی ہوئی بڑی سعادت ہے۔ یہ سعادت ہر شخص کے حصے میں نہیں آتی باشعور، باعلم اور باعمل انسان ہی اس فن کی نزاکتوں کو سمجھ سکتا ہے۔ اس بات کا فیصلہ تو ایک قاری کرتا ہے کہ تخلیق کار کتنا منصف ہے۔ جلیل عالی اُن نعت گو شعراء میں آتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نعت کی سعادت سے نوازا۔ ان کی نظمیہ شاعری میں اس بات کا اعتراف ملتا ہے۔

نعت "نعت محمد والا رستہ" میں جلیل عالی اپنے جذبات پر گرفت کرتے ہوئے مقام اطاعت سے آگے نہیں بڑھتے اور شرکیہ سوچ سے گریز کرتے ہیں۔ یہ نعت مناجات کے اسلوب میں کہی گئی ہے۔ اس نعت کے حوالے سے امین راحت چغتائی اپنے مضمون "صباح آشنائی" میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"انھوں نے ننانوے اشعار کی نعت نما مناجات میں حضورؐ کے متعین کردہ رستے کے اتنے پہلو اُجاگر کر دیئے ہیں کہ قدم قدم پر فکر و نظر کے چراغ جل اُٹھے۔"

جلیل عالی کے کلام میں جہاں نظمیہ انداز میں نعت رسولؐ کا اظہار ملتا ہے وہیں منقبت (صحابہ کرام، اہل بیت، بزرگانِ دین) بھی نظمیہ کلام کا حصہ ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے حضرت علیؓ کے عنوان سے ایک نظم "گفتار علی، کردار علی" کہی، صدیق اکبرؓ کی تعریف کا برملا اظہار "صدیق اکبرؓ" نظم میں کیا اور امام حسینؓ ابن علی کی بہادری اور اُن کی تعریف "وہ حسین ابن علی" کی نظم میں کیا۔

جلیل عالی نے اپنی کتاب "نور نہایا رستہ" میں خاص ایک حصہ منقبت اور سلام کو دیا ہے۔ اس میں شاعر نے صدیق اکبرؓ، حضرت علیؓ حسین ابن علی اور اہل بیت کو سلام پیش کیا۔ یہ سارا کلام نظمیہ ہے۔

حوالہ جات

۱۔ سرور اکبر آبادی، تفہیم البلاغت (کراچی: مکتبہ فریدی اردو کالج، ۱۹۷۶ء) ص ۱۱۷۔

۲۔ ڈاکٹر طلحہ رضوی برق، اُردو کی نعتیہ شاعری (بہار: دانش اکیڈمی مکی محلہ، ۱۹۷۴ء) ص ۵۔

۳۔ پروفیسر حفیظ تائب، اُردو نعت (لاہور: مطبوعہ نقوش،) ص ۱۸۴۔

۴۔ صبیح رحمانی، اُردو نعت کی شعری روایت (کراچی: اکادمی بازیافت، ۲۰۱۶ء)، ص ۵۵۴۔

۵۔ خاور اعجاز، لفظ مختصر سے مرے (اسلام آباد: شاخسار پبلشرز، ۲۰۱۵ء) ص ۱۵۰۔

۶۔ جلیل عالی، شوق ستارہ، ص۔

۷۔ خاور اعجاز، لفظ مختصر سے مرے (اسلام آباد: شاخسار پبلشرز، ۲۰۱۵ء)، ص ۱۵۰۔

۸۔ جلیل عالی، نور نہایا رستہ (راولپنڈی: حرف اکادمی، ۲۰۱۸ء)، ص ۸۱۔

۹۔ ایضاً، ص ۸۱۔

۱۰۔ ایضاً، ص ۸۲، ۸۱۔

۱۱۔ ایضاً، ص ۸۲۔

۱۲۔ ایضاً، ص ۸۲۔

۱۳۔ جلیل عالی، شوق ستارہ، ص ۲۶۔

۱۴۔ حافظ صلاح الدین یوسف، مترجم، ریاض الصالحین (لاہور: دار اسلام) ص۔

۱۵۔ سید شبیر احمد، مترجم، اللو لو مرجان (لاہور: الفیصل ناشران تاجران کتب غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور)، ص ۵۴۹۔

۱۶۔ القرآن، المائدہ آیت ۱۔

۱۷۔ القرآن، الاسرا آیت ۳۴۔

۱۸۔ صحیح بخاری، حدیث ۳۱۸۶۔

۱۹۔ جلیل عالی، شوق ستارہ، ص ۶۵۔

۲۰۔ القرآن، التوبہ، ۴۱۔

۲۱۔ صلاح الدین یوسف، مترجم، ریاض الصالحین (لاہور: دار اسلام)، ص ۵۲۷۔

۲۲۔ القرآن، سورۃ القلم آیت ا۔

۲۳۔ القرآن، سورۃ العلق، ۴۔

۲۴۔ سید شبیر احمد، مترجم، اللولو مرجان، ص ۵۷۴۔

۲۵۔ جلیل عالی، نور نہایا رستہ، ص ۱۱۱۔

۲۶۔ جلیل عالی، عرض ہنر سے آگے (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز ۲۰۰۷ء)، ص ۳۱۔

۲۷۔ جلیل عالی، شوق ستارہ (اسلام آباد: گوار پبلشرز پرائیویٹ لمیٹڈ گنزہ سنٹر بلیو ایریا، ۱۹۹۸ء)

۲۸۔ علامہ اقبال، بانگ درا، ص۔

۲۸۔ ایضاً۔

۲۹۔ القرآن، العمران، ۱۸۵۔

۳۰۔ القرآن، الرحمن، ۲۷، ۲۶۔

۳۱۔ جلیل عالی، شوق ستارہ (اسلام آباد: گوار پبلشرز پرائیویٹ لمیٹڈ گنزہ سنٹر بلیو ایریا، ۱۹۹۸ء) ص ۱۰۷۔

۳۲۔ راہ عمل

۳۳۔ القرآن، الاعلی، ۱۶، ۱۲۔

۳۴۔ القرآن، العمران ۱۸۵۔

۳۵۔ جلیل عالی، عرض ہنر سے آگے (اسلام آباد: شاخسار پبلشرز، ۲۰۱۵ء)، ص ۱۳۷۔

۳۶۔ جلیل عالی، نور نہایا رستہ (راولپنڈی: حرف اکادمی، ۲۰۱۸ء)، ص ۸۰

۳۷۔ ایضاً، ص ۸۴۔

۳۸۔ ایضاً، ص ۷۳۔

۳۹۔ جلیل عالی، شوق ستارہ (اسلام آباد: گوار پبلشرز پرائیویٹ لمیٹڈ گنزہ سنٹر بلیو ایریا، ۱۹۹۸ء)، ص ۹۔

۴۰۔ جلیل عالی، شوق ستارہ (اسلام آباد: گوار پبلشرز پرائیویٹ لمیٹڈ گنزہ سنٹر بلیو ایریا، ۱۹۹۸ء)، ص۔

۴۱۔ جلیل عالی، نور نہایا رستہ (راولپنڈی: حرف اکادمی، ۲۰۱۸ء) ص ۷۳۔

۴۲۔ جلیل عالی، عرض ہنر سے آگے (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز ۲۰۰۷ء)، ص ۳۱۔

۴۳۔ جلیل عالی، نور نہایا رستہ (راولپنڈی: حرف اکادمی، ۲۰۱۸ء)، ص ۸۱۔

۴۴۔ ایضاً، ص ۸۰۔

۴۵۔ ایضاً، ص۸۹۔

۴۶۔ جلیل عالی، نور نہایا رستہ (راولپنڈی: حرف اکادمی، ۲۰۱۸ء)، ص

۴۷۔ جلیل عالی، شوق ستارہ (اسلام آباد: گوار پبلشرز پرائیویٹ لمیٹیڈ گنزہ سنٹر بلیو ایریا، ۱۹۹۸ء)، ص ۹۔

باب چہارم:

نور نہا یا رستہ تجزیہ

باب چہارم:

نور نہایارستہ تجزیہ

اُردو ادب کی تاریخ چاہے کتنی بھی پرانی ہو بدلتے موسموں اور ڈھلتی عمروں کے اثرات لفظوں کے پیرا ہے میں انسانی اندرونی اور بیرونی کیفیات کے زندہ ترجمان کی صورت میں معاشرے میں گردش کرتے ہیں۔ ہر شخص اپنی کیفیات کا بیاں اپنی صلاحیتوں کے بل بوتے پر کرتا ہے۔ شاعری ادب کی ایسی شاخ ہے جو تخیل کار کی گہرائی میں پیوست سوچوں کو لفظوں کا منظم لبادہ پہنا کر اُسے باذوق قاری کی زندگی کا حصہ بنا دیتی ہے۔ شاعر اپنی سوچوں کو قرینے سے بیان کرنے کا فن سیکھتا نہیں یہ خداداد صلاحیت ہوتی ہے۔ ایک شاعر کی غالب مزاج سوچ اگر درست راہوں کا تعین کرلے تو شاعر کی سوچ کی اُڑان بلندیوں کا سفر کرتی ہے۔ جلیل عالی اُردو ادب میں شاعری کے فن کے وسلجھے ہوئے کھلاڑی ہیں جن کی شخصیت میں اعتدال اور فکر کی مضبوطی شاعری کے باذوق قاری کو مطمئن کرنے کے لئے کافی ہے۔ جلیل عالی کی شاعری سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ کی سوچ پر غالب رنگ نبی محترم ﷺ سے جڑے رہنے کا ہے یہ اُن پر باری تعالیٰ کا انمول عطیہ ہے۔

"نور نہایارستہ" جلیل عالی کا شعری مجموعہ ہے۔ یہ کتاب نومبر ۲۰۱۶ میں شائع ہوئی ہے۔اس کتاب کو پبلیکشرز حرف اکادمی راولپنڈی نے چھاپا۔ جلیل عالی نے اپنی کتاب "نور نہایارستہ" کو تمام زمانوں اور کل جہانوں کے نام کیا۔ برصغیر میں اُردو شعری ادب کی تاریخ شاہد ہے کہ شعراء کی بڑی تعداد نے نعتیہ شاعری کے لئے غزل کے مزاج کو اپنایا۔ نظمیہ انداز میں نعت کو شعراء نے کم ہی اظہار کا ذریعہ بنایا۔ نعتیہ کلام میں بہت ہی کم شعراء نے غزل اور نظم میں بیک وقت اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ جلیل عالی کا تعلق بھی انھی شعراء کے گروہ سے ہے۔ یہ نعتیہ شعری مجموعہ نعتیہ غزلوں اور نظمیہ نعتوں پر مشتمل ہے۔اس شعری مجموعہ کے آخر میں عہد رسولؐ کی چند محترم ہستیوں کا ذکر بھی کیا جن کی بہادری، دلیری اور اتباع ختم المرسلین سب کے لئے مثال ہے۔

بحیثیت مسلم ہمارا یہ ایمان ہے آپ ﷺ کی ہستی کل کائنات کے لئے ختم المرسلین، داعی اعظم اور رحمت العالمین ہے۔ آپؐ کی ذات اقدس وہ ہستی جسے رب دوجہاں نے کل کائنات کے لئے ھادی، پیامبر، داعی اور رحمت العالمین کے القابات سے نوازا ہے۔ جلیل عالی کے شعری مجموعے "نور نہایارستہ" عاشق رسول ﷺ کی قلبی واردات کا مجموعہ ہے۔اس کتاب میں نبی ﷺ کی ذات اقدس سے محبت، عقیدت اور عشق کا جذبہ عملی اور تعمیری تربیت کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔ جلیل عالی کی غزلیہ شاعری ہو یا نظمیہ شاعری جابجا نعتیہ موضوعات ملتے ہیں۔ نبی ﷺ کی ذات سے اظہار محبت اور آپؐ کی مدحت جلیل عالی کے اسلوب کی گہرائی میں صاف دکھائی دیتی ہے۔

وہؐ عشق ہے عرفاں ہے وہؐ عقل ہے برہاں ہے
ہر فکر و عمل اُسؐ کا آئینہ قرآن ہے[1]

اس نعتیہ شعری مجموعے کے آغاز میں دو مضامین امین راحت چغتائی کا مضمون "صبح آشنائی" اور محمد حمید شاہد کا مضمون "محمد جلیل عالی کی نعت" شامل ہیں۔ جلیل عالی کے اس شعری مجموعے کا آغاز حسبِ معمول باری تعالیٰ کی حمد و ثناء سے ہوا ہے۔

اُسی کی چاہتوں سے
بادت سرخرو ہے[2]

وہ روحِ عالم
جو زمانوں کی ابتدا ہے
اس بے مہر دنیا میں
کہ جو زمینوں کی،
آسمانوں کی،
سب جہانوں کی انتہا ہے[3]

کبھی تنہا نہیں چھوڑا
مجھے مالک نے[4]

"نور نہایا رستہ" جلیل عالی کا وہ شعری مجموعہ ہے جیسے نعتیہ گلدستہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ اس شعری مجموعے کی ترتیبِ فہرست کے مطابق یہ دو حصوں میں تقسیم ہے۔ نعتیہ غزل، نعتیہ نظمیں مگر موضوعات کی ترتیب کے لحاظ حمد، نعت اور منقبت و سلام یعنی تین حصوں میں اسے تقسیم کیا گیا ہے۔ اس حمد یہ حصے میں پانچ نظمیں ہیں۔ اس حصے کی خاصیت یہ ہے کہ جلیل عالی نے اس حصے میں اللہ تعالیٰ سے جڑی افکار کو بتدریج آگے بڑھایا ہے۔ نظم "بسم اللہ" میں اللہ تعالیٰ کی مدح، الٰہیت کا اظہار اور اقرار ملتا ہے۔ اس کے علاوہ باری تعالیٰ کے احسانات اور اظہار تشکر اور انسان کا رب کے سامنے ممنون ہونے کا احساس ملتا ہے۔

جلیل عالی عہد حاضر کے وہ شاعر ہیں جو خیر، مثبت اور منطقی افکار کے ہمیشہ حامی رہے ہیں۔ حمد یہ حصے میں

شاعر صرف اللہ تعالی کی واحدانیت کا اقرار نہیں کرتا بلکہ شعور اور لاشعور کی رہنمائی کا بھی طلب گار ہے۔ شاعر کے خیال میں انسان کلی طور پر کامل نہیں ہے۔ وہ معلوم سے نامعلوم کی تلاش میں رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے شاعر ہمیشہ رہنمائی چاہتا ہے۔ انھی افکار کو شاعر بیاں کرتا ہے۔ انسان علم، عقل اور منطق کے بہت سے مراحل سے ناواقف ہوتا ہے۔ اس لئے جلیل عالی حقیقت کا ادراک چاہتے ہیں۔

منکشف کر سوچ سے پہلے کی بات
لفظ کے آگے رسائی دے مجھے[۵]

خیرِ عرفانِ حقیقت بھی
عطا کر مجھ کو[۶]

حرف دو حرف سفر آگے کا
کوئی تازہ ہوا کا جھونکا[۷]

یوں ضیا بار مرا گریہ و نالہ کر دے
گھپ اندھیروں میں بھی دل دیکھنے والا کر دے
دور احساس سے جہل کا جالا کر دے
سطحِ اسفل سے اُٹھا احسن و اعلا کر دے[۸]

حصہ حمد میں شاعر باری تعالی سے نبی ﷺ کی مدحت کے لیے خواستگار ہیں۔ شاعر اچھی طرح واقف ہے کہ رب کا کرم ہی نعت گوئی کی سعادت سے نوازتا ہے۔ جس ہستی کو ربِ تعالی نے محبوب مانا اور اس کی اطاعت کو اطاعتِ خداوندی سے تعبیر کیا اس کے بارے میں مدح کرنا دشوار عمل ہے جو ربِ دوجہاں کی سعادت کے بغیر ممکن نہیں۔ جیسے کہ شاعر جلیل عالی کہتے ہیں:

نعت لکھوں تیرے ممدوح کے شایاں کوئی
کرم ایسا مرے اللہ کر دے[۹]

ہو عطا میرے قلم کو کمال تحریر
دہر میں اسمِ محمد سے اُجالا کر دے [۱۰]

"نورنہایارستہ" کے حوالے سے ڈاکٹر طاہر تنولی کہتے ہیں:

نورنہایارستہ ان بنیادی اقدار و روایات کا اظہار اور بیان ہے جن سے ہماری تہذیب کا خمیر تشکیل پاتا ہے۔[۱۱]

"نورنہایارستہ" کے حوالے سے احمد حسین مجاہد لکھتے ہیں:

نورنہایارستہ لفظ سے بہت آگے تک رسائی کی داستان سناتا ہے جہاں جذبے کچھ یوں مصور ہوتے ہیں کہ عشق وعقیدت کا ایک نادر مرقع بنتے ہیں۔[۱۲]

"نورنہایارستہ" کے حوالے سے صدام ساگر اپنے مضمون "نورنہایارستہ کا شاعر جلیل عالی" میں ان کی نعتیہ شعری فنی اور معانی خوبیوں کی تعریف کرتے ہیں اور اس مجموعے کو قیمتی خزینہ سے تشبیہ دیتے ہیں۔اس بارے میں وہ لکھتے ہیں:

عالی صاحب نے اپنی تمام نعتوں میں محاسن کلام کا خاص خیال رکھا ہے۔اس لیے معانی سے قطع نظر فنی پہلو سے بھی ان کی نعتیں اردو ادب کا ایک قیمتی خزینہ ہے۔[۱۳]

حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے بہت سے تجربات کیے ہیں جن سے نعت کے صوتی حسن اور موسیقیت میں اضافہ نظر آتا ہے جو کہ پڑھنے والوں کے لیے سحر انگیز ثابت ہو سکتے ہیں۔اس سلسلے میں اُن کی ایک نعتیہ نظم "نورنہایا رستہ" اہم ہے۔

جلیل عالی کی شاعری میں اقبال کی فکر اور سوچ کی تائید ملتی ہے۔اقبال جس آفاقی فکر کے پیامبر ہیں جلیل عالی بھی انھیں نقش پا کے معتقد ہیں۔عالی کی سوچ وفکر اقبال کی سوچ وفکر کی پیروی کرتی نظر آتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ عالی کی اکثر شعری تخلیقات میں اقبال کے اشعار کی شمولیت اقبال کی فکر سے رغبت کی عمدہ دلیل ہے جیسے:

ہو عطا میرے قلم کو وہ کمال تحریر
دہر میں اسم محمدؐ سے اُجالا کر دے [۱۴]

اس شعر کا حوالہ دیتے ہوئے ڈاکٹر طاہر تنولی لکھتے ہیں:

"دہر میں اسم محمدؐ سے اُجالا کر دے" اس نعت کا مقطع ہوتے ہوئے بھی اس نعت کے ہر شعر کا حرف طلوع ہے اور اس نعت کی زمانی اور مکانی کائنات کا اُجالا ہے"۔[۱۵]

اس کے علاوہ جلیل عالی نے "نور نہایا رستہ" میں شامل نظم "لہو میں بولتا جائے" میں بھی اقبال کے شعر کو اپنی نظم میں شامل کیا ہے۔یوں کہہ سکتے ہیں کہ جلیل عالی کی شاعری فکر اقبال کی ترویج ہے۔
بقول جلیل عالی:

"اُسی کے فیض سے پر نور میرا باطن و ظاہر
نگاہ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر" [۱۶]

جلیل عالی کے کلام میں اقبال کے کلام کی مماثلت ملتی ہے جیسے کہ "نور نہایا رستہ" میں عالی کی ایک نعت کا شعر کچھ یوں ہے:

منکشف کر سوچ سے پہلے کی بات
لفظ سے آگے رسائی دے مجھے [۱۷]

بقول طاہر تنولی:
اس شعر میں انکشاف حقیقت کی جو طلب اور بادہ معرفت کی جو آرزو نظر آتی ہے وہی اقبال کے زبور عجم کے اس شعر کی یاد دلاتی ہے:

یا رب درون سینہ دل باخبر بدہ
در بادہ نشہ را نگرم آن نظر بدہ [۱۸]

مجموعی طور پر اس نعتیہ مجموعے "نور نہایا رستہ" میں ایسی بے شمار نعتیں موجود ہیں جو مضامین اور افکار کے اعتبار سے اقبال کی فکر اور نفس مضمون سے مماثلت رکھتی ہیں۔میرے خیال میں یہ کہنا بجا ہو گا کہ اقبال نے شاعری کے لیے جو نقوش مرتب کیے جلیل عالی اُنھی نقوش کی پیروی کرنے والوں میں سے ہیں۔جلیل عالی کی شاعری اقبال کی شاعری کا عکس رکھتی ہے۔
جلیل عالی کے نعتیہ مجموعے "نور نہایا رستہ" میں سوز و ساز اور عجز و انکساری کے احساسات نمایاں نظر آتے ہیں۔مگر اُن کی شخصیت کا یہ خاصہ ہے کہ وہ نعتیہ کلام بیان کرتے ہوءے حد اعتدال سے آگے نہیں بڑھتے۔ان کی ایک نعت جو سوز و گداز سے لبریز ہے:

کھل نہ پائے جو زباں چشم رواں ہو جائے
اُس کی دہلیز پہ ہر درد بیاں ہو جائے
غم کی دوپہر میں زلفِ شہِ داریں کا دھیان

سایہ ابر نسلی کی اماں ہو جائے [۱۹]

جلیل عالی کا اسلوب شعری تشکیل کے ہمراہ فلسفیانہ گہرائی، سوچ پر آفاقیت کی چھاپ اور عالمی مسائل کا درد لیے ہوئے ہے۔ اُن کا شعر اپنے اندر مقصدیت اور پوری فکری شناخت رکھتا ہے۔ شعر برائے شعر اُن کی شاعری کا میلان نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ "نور نہایارستہ" میں موجود تمام غزلیں، نظمیں اصلاح عامہ اصلاح مسلم اُمہ کی رغبت اخلاصی دل سے پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری با معنی ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر محمد نوید ازہر اپنے مضمون "نور نگر کا راہی" میں لکھتے ہیں:

> نور نہایارستہ کی اشاعت نے قارئین کو ان کی باطنی کائنات تک پہنچنے میں مزید آسانی فراہم کر دی ہے۔ یہ مجموعہ جو وزارتِ مذہبی امور کی جانب سے اوّل سیرت انعام حاصل کر چکا ہے۔ معاصر نعت گوئی کی تاریخ میں ایک نادر و نایاب ارمغان کی حیثیت رکھتا ہے۔ [۲۰]

نعت کہنا باسعادت عمل ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ خداداد صلاحیت ہے کم ہی افراد ایسے ہیں جن کو اللہ نے اس عطا سے نوازا ہے۔ جلیل عالی کا نام بھی انھی چند خوش نصیبوں میں آتا ہے۔ انھوں نے نہ صرف نعتیہ شاعری کو اظہار و عقیدت کے طور پر پیش کیا بلکہ اصلاح مسلم امہ کا ذریعہ بھی جانا۔ ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہی وہ خلوص ہے جس کے فیض سے عالی کا نام عہد حاضر کے اُن معتبر شعرا میں آتا ہے جو شہرت کی حسرت نہیں کرتے۔ جلیل عالی کا نعتیہ مجموعہ آپ کی معتبر شناخت کا پہلا قدم کہہ سکتے ہیں۔

جلیل عالی کی شاعری خاص طور پر نعتیہ شاعری میں فکری اور فنی باریکیاں پائی جاتی ہیں جو کہ بیک وقت الفاظ کا چناؤ اور معانی کی بہترین ترسیل کا حق ادا کرتی ہیں۔ اس حوالے سے مختلف محققین نے آرا پیش کی ہیں:

> جلیل عالی کا اسلوب دعا، نعت روایتی استدعا اور اظہار عقیدت سے مختلف ہے۔ شاعر کی سوچ اور اس کے بیان میں ایسا قرینہ ہے جو خلقی طور پر باطن کی دین ہے۔ [۲۱]

جلیل عالی کے فکر و فن کے حوالے سے امین راحت چغتائی کہتے ہیں۔

> عالی مربوط فکر و عمل کے شاعر ہیں اِن کی نعتیہ شاعری گہری بصیرت مگر سبک الفاظ کے سہارے آگے بڑھتی ہے اور ایک ایسی فضا تخلیق کرتی ہے جس میں تحرک بھی ہے اور یقین محکم بھی۔ [۲۲]

جلیل عالی "نور نہایارستہ" شعری مجموعے میں نعتیہ کلام کو پیش کرنے میں نہایت عاجزی اور انکساری کا طریق اپناتے ہیں۔ یہ عاجزی اور انکساری اُن کے نعتیہ شعری مجموعے "نور نہایارستہ" میں جگہ جگہ ملتی ہے:

کب نعت قرینوں سے واقف ہے قلم
بس حسرت مدحت کو الفاظ میں ڈھالا ہے [۲۳]

اس کے علاوہ "دم دم روبرو ہے"، "نور نہایا رستہ" عاجزی اور انکساری اور اظہارِ عقیدت و احترام کی انمول مثالیں ہیں۔

جلیل عالی کی نعتیہ غزلوں کا تجزیہ

جلیل عالی نے تئیس (۲۳) نعتیہ غزلوں کا گلدستہ آپ ﷺ کی عقیدت میں پیش کیا۔اس مجموعے میں حصہ غزل میں مدحت رسولؐ کے حوالے سے متنوع موضوعات ملتے ہیں۔چیدہ موضوعات کے عنوانات یہ ہیں فیضان نعت، سراپا رسولؐ، سیرت رسولؐ، دعائیہ انداز، خیر وکثیر، حکمت رسولؐ، حوصلہ اور اُمید، عظمت رسولؐ، وابستگی رسولؐ، یادِ رسولؐ، اسوہ حسنہ اور بلندی کردار، غلامی رسولؐ، شفاعت رسولؐ، رحمت رسولؐ، تعلیمات رسولؐ، ہجر رسولؐ اور شہر حبیب۔

شعر وادب میں نعت گوئی ایک دشوار عمل ہے۔ ویسے تو معزز انسان کی تعریف و توصیف بیاں کرنے میں الفاظ کا چناؤ کرنا احتیاط طلب کام ہے۔اگر بات محمد عربی ﷺ کی مدحت کی ہو تو احتیاط کا عمل مزید حساس نوعیت کا ہو جاتا ہے۔ جلیل عالی الوہیت ور سالت کی حدود شناسی سے اچھی طرح واقفیت رکھتے ہیں۔انھوں نے اسلامی عقائد اور اُس کی فکری بنیادوں کو توازن و اعتدال سے شاعری کا حصہ بنایا۔انھوں نے نعت گوئی میں بڑی ذمہ داری اور احتیاط سے جذبات کی گرفت کرتے اور الفاظ کو برتتے ہیں۔ جلیل عالی کا نعتیہ کلام پڑھ کر اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ایک سمجھدار مداح کی طرح خدا شناسی، محبوب شناسی اور ادب شناسی کے امور سے باخوبی واقف ہیں۔

وہ جس کا شوق سوچوں میں ستارے ٹانکتا ہے
اُسی نام ہیں عالی میرے اظہار سارے[۲۳]

تیری میری آنکھ میں حیران ایک ہی منظر
ایک ہی روشن خواب دریچہ تیرا میرا[۲۴]

یہ نعت کا اعجاز ہے لکھتے ہیں تو خودی
بنتی ہے کوئی بات عبارت سے زیادہ[۲۵]

انسان اپنی پیدائش سے اب تک نفس کے گنجان آباد جنگل میں بھٹکتا رہا ہے۔سوچوں کی بہتات اور نفس کی غلامی درست راہ میں ہمیشہ رکاوٹ بنی رہی ہے۔ان سوچوں کو لگام اور نفس کی غلامی سے چھٹکارہ حاصل کرنے کا ایک ہی راستہ ہے۔جو کہ محمد عربی ﷺ نے تاقیامت آنے والے انسانوں کو تجویز کیا ہے۔ جلیل عالی اُردو ادب میں شاعری کے وہ بااعتماد اور باصلاحیت شاعر ہیں جن کو اپنی سوچ کو گرفت کرنا آتی ہے۔اُن کے ہاں سوچیں شتر بے مہار نہیں ہیں

افکار کے بہتے ہوئے سمندر میں انسان اکثر ڈوب کر بامقصد زندگی سے دور نکل جاتا ہے۔ جو کے بحیثیت مسلم خسارے کا سودا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جلیل عالی کی سوچ پر محمد عربی ﷺ کی تعلیمات کی چھاپ اُن کے ہر مجموعے میں ثبت ہے۔ اُن کے ہر مجموعے کے ابتدا میں موجود نعتیہ شعر سے اس فکر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ جو کہ آپ ﷺ سے جڑے رہنے اور آپ ﷺ کی شخصیت سے قلبی میلان کا ثبوت ہے۔

برعظیم میں نعتیہ غزل کا وجود عربی، فارسی اور مقامی زبانوں کی مرہونِ منت ہے۔ نعت کی تاریخ میں غزل کی ہیئت میں نعتیہ کلام زیادہ ملتا ہے۔ کیونکہ برعظیم کے کثیر شعراء غزل گو ہیں۔ جلیل عالی کا تعلق بھی اسی خطہِ ارض سے ہے۔ جلیل عالی غزل گو شاعر ہیں۔ غزل نگاری کے فن سے باخوبی واقفیت رکھتے ہیں۔ ان کے نعتیہ کلام کا بڑا حصہ صنفِ غزل ہے۔ نبیؐ سے اظہار عقیدت کے لئے جلیل عالی کے ہر شعری مجموعے کے ابتدا میں ایک نعتیہ غزل موجود ہے۔

ایک لحہ کے ملے سارے زمانے جس میں
ایک نکتہ سبھی حکمت کے خزانے جس میں[۲۶]

دنیا کیا تسخیرے مجھ کو
شوق تیرا تعمیرے مجھ کو[۲۷]

دل شاد ہیں ہر درد کی شدت سے زیادہ
کیا چاہیے اُس کی محبت سے زیادہ[۲۸]

عہد حاضر میں جلیل عالی ایک غزل گو شاعر ہونے کی شناخت رکھتے ہیں۔ غزل کی ہیت میں کی جانے والی نعتیہ شاعری میں آپ کا فنی اور تخلیقی سفر زینہ بہ زینہ ترقی کرتا نظر آتا ہے۔ جلیل عالی کی نعتیہ غزلوں سے اُن کی دینی اور روحانی وابستگی کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسلامی روایات کی بقا اور ترویج کو کبھی فراموش نہیں کرتے۔ اسی لئے اُن کے ہر مجموعے میں نبی ﷺ کی ذات سے عقیدت اور اُن کی دی ہوئی تعلیمات کی ترویج نظر آتی ہے۔

ہمارا نام اُس کے خاروخس میں آگیا ہے
ہم اُس کوچے سے نسبت کی خوشی کیسے سنبھالیں[۲۹]

جو کراں تابہ کراں پھیلتے منظر کی طرح
اُس کو لفظوں کے دریچوں میں سجاؤں کیسے [۳۰]

جدید اُردو نعت نے روایتی نعت کو حد بندیوں سے آزاد کروایا۔ نعتیہ کلام آفاقی روح حالی، اقبال اور مولانا ظفر علی خان نے پھونکی۔ جدید نعتیہ شاعری میں موضوعات میں وسعت آئی۔ صنفِ نعت نے زیادہ ترویج غزل کی ہیئت میں پائی۔ جلیل عالی کے ہاں بھی اقبال کی تقلید نظر آتی ہے۔ ''خواب دریچہ'' کی ایک غزل میں اس کا اظہار بھی کرتے ہیں۔

یا رب ہنرِ شعر میں اقبالؔ کے صدقے
رکھنا مرے لکھے ہوئے الفاظ کی شر میں [۳۱]

اقبال کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انھوں نے صرف سیاسی اور سماجی تاریخ کو ہی شاعری کا حصہ نہیں بنایا بلکہ مذہب اور مذہبی روایات کو بھی شعری قالب میں ڈھالا۔ غزل کی ہیئت میں نعتیہ کلام اس کی واضح دلیل ہے۔

جلیل عالی کی نعتیہ غزل فکری اور فنی حوالوں سے جدید تقاضوں کے مطابق ہے۔ ترکیب سازی اور انتخابِ الفاظ سے پوری آشنائی رکھتے ہیں۔ ان کی نعتیہ غزل میں تراکیب، تشبیہات، علامت نگاری، استعارات کا استعمال ملتا ہے ۔ کی نعتیہ غزل میں فنی باریکیوں کا استعمال معنی کی ترسیل کے لیے موثر انداز سے ہوا۔ اِن کی نعتیہ غزل شعر و فن کی نزاکتوں سے مالا مال ہے۔ اُردو شعر و ادب کی تاریخ میں فنی لحاظ سے جلیل عالی ایک رجحان ساز شاعر ہونے کی حیثیت سے خاص مقام رکھتے ہیں۔ اِن کے ہاں غیر اضافتی تراکیب کا استعمال مستقل نظر آتا ہے ان کی غزلوں میں غیر اضافتی تراکیب کو بڑے سلیقے سے برتا گیا ہے۔

اس حوالے سے ڈاکٹر افتخار لکھتے ہیں:

> عالی صاحب ہمارے ادبی کلچر میں بے اضافت تراکیب سازی کے موجد نہیں ہیں۔ لیکن یہ ''فروغ کاری'' اتنی کمٹمنٹ کے ساتھ نبھائی گئی ہے اتنے حوصلے کے ساتھ اس پر قائم دائم رہا گیا ہے کہ ایک اعتبار سے اس کے بانی ہیں۔ [۳۲]

غیر اضافتی تراکیب کے استعمال پر جلیل عالی کے بارے میں احمد ندیم قاسمی لکھتے ہیں:

> جلیل عالی کو اضافت سے چڑ نہیں ہے۔ اس نے تو شعری اظہار میں ایک سہولت کی ہے۔ اور یہ سہولت سراسر جائز بلکہ خوب صورت ہے۔ ہمارے بعض ذہین نوجوان اگر اظہار میں جلیل عالی

کے سے اجتہادات برتنے کا حوصلہ کر لیتے تو انھیں نثری نظم کے زیر زمین غاروں میں پناہ لینے کے لیے نہ اُترنا پڑتا۔[۳۳]

دنیا نے جہاں بھی کوئی دیوار اُٹھائی
اک راہ مجھے شوق ستارے نے سمجھائی[۳۴]

یہی فنی طریق اُن کی نعتیہ غزلوں کا بھی حصہ ہے۔ جلیل عالی نے نعتیہ غزل میں عربی اور فارسی مرا کبات کی اضافت کو ہٹا کر تراکیب کا استعمال بھی کیا ہے۔

جلیل عالی عہد حاضرہ کے ایسے منفرد شاعر ہیں جنھوں نے لسانی سطح پر نئے تجربات کیے ہیں۔ مصادر کا تشکیلی عمل جلیل عالی کے ہاں ملتا ہے۔ ایک باصلاحیت اور تخلیقی قوت رکھنے والا شاعر لسانی باریکیوں سے باخوبی واقف ہوتا ہے۔ اور اپنی زبان میں مہارت اُسے لسانی تجربات کرنے کے لیے اُکساتی ہے۔ اُردو ادب کی تاریخ شاہد ہے کہ اس سلسلے میں بہت کم شعراء نے ایسے تجربے کیے جلیل عالی اُن میں سے ایک ہے۔ جلیل عالی کی غزل میں لسانی تجربے بھی ملتے ہیں۔ جو معنی کی ترسیل میں رکاوٹ نہیں بنتے۔

جلیل عالی نے لفظوں کے برتاؤ میں نئے تجربات بھی کیے ہیں۔ ان کی یہ کوشش بعد میں آنے والے شعرا کے لئے کامیاب تجربہ ہے۔ اس سلسلے میں منظر نقوی کہتے ہیں:

> جلیل عالی نے اپنی غزلیہ شاعری میں لفظوں کے برتاؤ میں نئے تجربات کی راہیں تلاش کی ہیں۔ بعض لفظوں کو نئی ہیئت کے تحت برتا ہے۔ مثلاً لکیرے، تنویرے، زنجیرے، تعبیرے، تسخیرے وغیرہ۔ اُردو غزل میں تجربوں کے شوق میں بعض لوگوں نے غزل کا حلیہ بگاڑنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ان کے اس تجربے میں غزل کے حسن کو بڑھانے کی شعوری کوششیں موجود ہے۔[۳۵]

جلیل عالی کی نعتیہ غزل میں لسانی تجربات کی عکاسی ملتی ہے۔ اُنھوں نے ایک ہی نعت میں فارسی مصادر کو اُردو مصادر میں ڈالنے کا کامیاب تجربہ کیا ہے۔ جو "نور نہایا رستہ" میں درج ہے۔

دنیا کیا تسخیرے مجھ کو
شوق میرا تعمیرے مجھ کو[۳۶]

اس سلسلے میں ادیب سہیل لکھتے ہیں:

الفاظ کے دروبست میں مقررہ سانچوں کو توڑنا اگر بدعت ہے تو میرا خیال ہے کہ اس بدعت کو
اختیار کر ہی لینا چاہیے اس طرح اظہار کے پیرائے میں وسعت پیدا ہوگئی ہے۔[۳۷]

جلیل عالی کی غزلیہ شاعری کی ایک اہم خاصیت صوتی آہنگ ہے جو شاعر کی غزلیہ نعت میں بھی جابجا نظر آتا ہے۔اس حوالے سے افتخار عارف کہتے ہیں:

عالی کی شاعری میں آہنگ کے حوالے سے ترتیب اصوات میں بھی ایک تخلیق اور مخصوص جہت نمایاں ہوتی۔ ہم صوت وقریب المخرج حرفوں کے شعوری یا فطری استعمال نے عالی کے آہنگ شعر میں ایک ایسی تازگی پیدا کر دی ہے جو بہت کم دیکھنے میں آتی ہے۔[۳۸]

تیری محبت بھید سمجھائے
کیا کیا دھیرے دھیرے مجھ کو[۳۹]

جلیل عالی کی نعتیہ شاعری میں تکرار لفظی شاعری میں عمدگی اور جدت کا باعث ہے۔الفاظ کی تکرار نعتیہ غزل میں احتیاط کے ساتھ مستعمل ہے کہ رسول ﷺ کی تعریف اور توصیف کے ساتھ عقیدت بھی قائم رہتی ہے۔ جلیل عالی کی نعتیہ غزل میں ہم آواز حروف کا استعمال ہوا ہے۔ان سے صوتی نغمگی پیدا ہوتی ہے۔الفاظ کا استعمال ایسا ترنم پیدا کرتا ہے کہ پڑھنے والے اور سننے واالے اس سے متاثر ہوتے ہیں۔

جلیل عالی کی غزلیہ شاعری میں تکرار لفظی اور صوتی آہنگ کے ساتھ موسیقیت اور غنائیت پیدا کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر نزیر تبسم لکھتے ہیں:

اس کے فنکارانہ حسن اور رہنر مندی کا ایک الگ حوالہ تکرار لفظی اور صوتی آہنگ سے موسیقیت اور غنائیت کی تشکیل بھی ہے اور حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ اس نے ایسے الفاظ کے انتخاب اور ورتاوے سے موسیقی کو روشناس کرایا ہے جو شاہد شاعری کے لیے بنے ہی نہیں۔[۴۰]

ٹک ٹک میل گناہوں والی
ذکر ترا تطہیرے مجھ کو[۴۱]

جلیل عالی پختہ مذہبی افکار کے مالک شاعر ہیں۔ شاعری تو بہت سے شعرا کرتے ہیں مگر نعت رسول ﷺ کو اُس کے مقام و مرتبہ کے مطابق کہنا کٹھن عمل ہے۔اُن کے ہاں نعت رسولؐ لہنا خداداد صلاحیت ہے۔ جو ہر کسی کو نصیب ہیں ہوتی۔ اگر ان کے غزلیہ نعتوں کا جائزہ لیا جائے تو بارہا اس بات کا احساس ملتا ہے۔ جن سے ان کی شخصیت میں عاجزانہ اور انکسارانہ انداز فکر ملتا ہے۔

کب نعت قرینوں سے واقف ہے عالی
بس حسرت مدحت کو الفاظ میں ڈھالا ہے[۴۲]

چند حرفوں کی سعادت بھی بہت ہے عالی
حق ادا نعت نبی کا نہیں ہونے والا[۴۳]

نعت کا اعجاز ہے لکھتے ہیں تو خود ہی
بنتی ہے کوئی بات عبارت سے زیادہ[۴۴]

لفظ جو نعت سے شایاں ہوں لغات میں کہاں
زہے قسمت کہ سخن عرض رساں ہو جائے[۴۵]

نعت لکھیں تو وہ احوال و اثر بنتے ہیں
حرف در حرف عجیب شوق سفر بنتے ہیں[۴۶]

جلیل عالی کے ہاں غزلیہ شعری انداز میں نعتیہ شاعری بڑی چاہت اور سلیقے کی رغبت سے ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کا غزلیہ نعتیہ اسلوب کا معیار منفرد نکھار لیے ہوئے ہے۔ ان کی نعتیہ غزلوں میں اضافت مقلوبی کا استعمال پایا جاتا ہے جو کہ اُن کو عہد حاضر کے نعتیہ شعرا کے ہاں اُن کو شعری اسلوب کے لحاظ سے ممتاز کرتا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر محمد نوید لکھتے ہیں:

> ان کا غزلیہ اسلوب اُن کی نعت کے معیار میں نکھار پیدا کرتا ہے۔ اضافت مقلوبی کا استعمال جو ان کے شعری اسلوب کا ایک امتیاز یہاں بھی موجود ہے۔[۴۷]

جلیل عالی کی غزلیہ نعتوں کا اگر جائزہ لیا جائے تو اُن کی زبا جدید اور ترکیبات نئی ہیں۔ ان کے ہاں روایتی بحور اور تراکیب کا استعمال نہیں پایا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ پرانی تراکیب کا استعمال نئے انداز سے کرتے ہیں۔ جلیل عالی کی غزلوں میں اکثریت میں نئے قافیے، نئی ردیفیں اور نئے سلیقے بڑے فنکارانہ انداز میں ملتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر نوید از "کلیشے سے بچنے کے لیے انھوں نے اضافت مقلوبی کا ہنر آزمایا ہے"۔[۴۸]

جلیل عالی کی نعتیہ غزلوں میں مذہب اور روحانیت سے گہرا تعلق ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے نعتیہ

مجموعے میں "حمد و نعت، مقبت پر مشتمل کلام مذہب سے گہری وابستگی کی مثال ہے۔ صرف نعتیہ مجموعہ ہی نہیں بلکہ آپ کے تمام مجموعوں میں حمدیہ اور نعتیہ کلام جلیل عالی کی دینی فکر کی جھلک ہیں۔ مثال کے طور پر۔

بقول جلیل عالی عرض ہنر میں سے آگے میں کچھ یوں نعتیہ افکار کا اظہار کرتے ہیں:

یہ دید تو دادِ حجابات ہے عالی
وہ ماہِ مکمل نہ گھٹا ہے نہ بڑھا ہے [۴۹]

ذرا یہ دل جو ترا مرکزِ نظم ہوا ہے
جہاں میں ہونا ہمارا بھی معتبر ہوا ہے [۵۰]

غزل کی ہیئت میں جلیل عالی نبیؐ رحمت سے وابستگی کا اظہار ملتا ہے۔ اس سلسلے میں انور مسعود کہتے ہیں:

عالی نے اپنے سفرِ وفا میں اقبال کی طرح اسی ذات یکتا کی چاہت کو اپنا رہنما قرار دیا ہے جو سب جہانوں کی انتہا ہے اور اس کی تحسین کی منزل کا آخری نشان ہے۔ جناب رسالت مآب علیہ الصلوۃ والتسلیمات کی ہستی والا صفات ہے۔ [۵۱]

جلیل عالی کی نعتیہ غزلوں میں "شوق" کے لفظ کا استعمال ہوا ہے۔ لفظ شوق کے معنی میں رغبت، حصول، تمنا کی جستجو کا مکمل احساس ہوتا ہے۔ جلیل عالی کی شخصیت میں خیر و برکت کی رغبت، نبی محترمؐ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی تمنا، صراط مستقیم کی رغبت ہر آن محسوس کی جاسکتی ہے جو اُن کی شاعری کا خاصہ ہے۔ خاص طور پر نعتیہ شاعری کا خاصہ ہے۔ نعتیہ عناصر بالواسطہ ہوں یا بلاواسطہ۔ اسی لفظ "شوق" کی تفسیر بیان کرتے ہیں۔

اس حوالے سے اُن کے نعتیہ مجموعے کی غزل میں وہ یوں اظہار کرتے ہیں:

ابو بکرؓ و عمرؓ ہوں یا کہ عثمانؓ و علیؓ ہوں
اُسی بزم شعور و شوق کے شہ کار سارے [۵۲]

لفظ "شوق" کے حوالے سے اشفاق احمد اپنے مقالے "جلیل عالی کا فکری اور فنی مطالعہ" میں لکھتے ہیں:

جلیل عالی نے بعض مقامات میں عشق کا لفظ استعمال کیا ہے مگر لفظ شوق اس کے شعری مزاج سے زیادہ ہم آہنگ ہے اسی لیے وہ زیادہ استعمال ہوا ہے۔ اُنھوں نے محبتوں کی ہم آہنگی کی تلاش کو بھی شوق کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ (ص ۱۳۲)

وہ جس کا شوق سوچوں میں ستارے ٹانکتا ہے
اُسے کے نام ہیں عالی میرے اظہار سارے [۵۳]

جلیل عالی کی نعتیہ نظموں کا تجزیہ

اُردو شاعری اظہار کا وہ واحد ذریعہ ہے جس میں شاعر ایجاز واختصار سے دلوں میں پیوست جذبات کو منظوم شکل میں لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے۔ نظم برصغیر میں اُنیسویں صدی کے نصف آخر میں آئی اور پھر آہستہ آہستہ اس خطہ میں اپنا خاص مقام بنالیا۔ نظم کسی ایک عنوان کے تحت جذبات کی منظوم شکل ہے جس میں توازن اور ہم آہنگی ہوتی ہے غزل کے علاوہ اردو شاعری کی تمام اصناف نظم کی ذیل میں آتی ہیں۔ جلیل عالی کے شعری مجموعوں میں نعتیہ غزلوں کے علاوہ نعتیہ نظموں پر بھی طبع آزمائی ہوئی ہے۔ جلیل عالی نے اپنی مذہب سے جڑی داخلی کیفیات اور احساسات کو نظمیہ شاعری کا حصہ بنایا ہے۔

نبی محترم ﷺ کی تعریف وتوصیف باعث سعادت ہے۔ نظم کی تاریخ میں شعرا میں سے کم شعرا نے نظم کی ہیت میں نعتیہ کلام کہا ہے اور جلیل عالی ان میں سے ایک ہیں۔ آپ ﷺ کی سیرت اور اُسوہ حسنہ میں کل کائنات کا راز پوشیدہ ہے۔ جلیل عالی کی نظم کی ہیت میں کہا گیا نعتیہ کلام اس بات کا شاہد ہے کہ نبی ﷺ کی ذات اقدس کے سایے میں دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔

سادہ اور سلیس الفاظ میں مشکل اور پیچیدہ تصورات اور خیالات کو بیان کرنا شاعری کے میدان میں کم ہی شعرا کا خاصا رہا ہے شاعری کی زبان میں اس خاصیت کو سہل ممتنع کیا جاتا ہے اس سلسلے میں سید مسعود رضوی کہتے ہیں:

> مشکل سے مشکل اور نازک سے نازک مضمون کو آسان لفظوں میں ادا کر دینے کی قدرت شاعر کے کمال کی سند ہے۔ جس کلام میں یہ صفت ہوتی ہے۔ وہ سننے میں جتنا آسان معلوم ہوتا ہے کہنے میں اتنا ہی مشکل ہوتا ہے۔ اس لیے جس کلام میں یہ صفت کمال کی حد تک پائی جاتی ہے اسے سہل ممتنع کہتے ہیں۔[۵۴]

جلیل عالی کی نعتیہ نظمیں فکر نظر کے بے شمار دریچے کھولتیں ہیں۔ مگر ان کی تعداد بہت کم ہے اگر یوں کہا جائے کہ نظم کے میدان میں ناکافی ہے تو درست ہو گا۔ جلیل عالی کے شعری مجموعے "نور نہایا رستہ" میں ایسی لمثالیں موجود ہیں جو کہ سہل ممتنع کی خوبصوت مثالیں ہیں۔ جیسے کہ جلیل عالی کی نظم ''نور نہایا رستہ''

میں کیا جانوں تو ہی جانے
دل کی تمنا کیسا رستہ
سوچ کے پوچ بیابانوں سے
باغوں سمت نکلتا رستہ[۵۵]

اس نعتیہ نظم کے حوالے سے ''پرویز ساحر'' کہتے ہیں:

توفیق لمحات میں تخلیق ہونے والی نعتِ مسلسل (نور نہایا رستہ) اردو نعت کی تاریخ میں اپنی نوعیت کے اعتبار سے منفرد اور کامیاب تجربہ ہے۔ جلیل عالی کی یہ کاوش نعتیہ ادب کے حوالے سے ''ادبِ عالی'' میں شمار کئے جانے کے لائق ہے، کیوں کے اس میں شعریت کے ساتھ عصریت اور مستقبلیت کے روشن امکانات موجود ہیں۔[۵۶]

اردو ادب میں شاعری وہ میدان ہے جس میں شعرا خیالات کے گہرے سمندر کو کوزے میں سمیٹنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چھوٹی بحر میں بڑی بات کہنااور خیالات کو چھوٹی بحر میں لکھنا بہت دشوار کام ہے شعری اصطلاح میں اسے سہل ممتنع کہتے ہیں۔ ماضی میں میر تقی میر کو اس سلسلے میں بلند مقام حاصل ہے۔ جلیل عالی کے نعتیہ مجموعہ میں نظم کی ہیئت میں ایسی بے شمار مثالیں بھی ملتی ہیں جن کا اپنا منفرد اثر ہے۔ جو کہ سہل ممتنع کی خوبصورت مثالیں ہیں۔

جس پر سوچ سلامت جائے
ہو محفوظ کچھ ایسا رستہ[۵۷]

روح لغات
حرف نعت
اُس کی بات
بحر صفات[۵۸]

جلیل عالی کی نعتیہ نظموں میں خیال اور فکر تسلسل ایک لڑی کی صورت نظر آتا ہے۔ان کی نعتیہ نظموں میں وحدت تاثر قوی صورت میں موجود ہے۔ان کی نعتیہ شاعری میں فنی باریکیاں اور ہنر مندی کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ جلیل عالی نے تراکیب کی جدت، ترنم اور موسیقیت، روانی اور علامتوں کا استعمال باحسن خوبی کیا ہے۔ جس سے ان کے ہاں فکر کی جدت اور لسانی مہارت سامنے آتی ہے۔ان کی شاعری میں موجود وسعت زبان اور الفاظ میں پوشیدہ معنویت کی بدولت شعرا کی بڑی تعداد میں انفرادیت رکھتے ہیں۔

وہ دل زمینوں میں
فصلِ صدق وصفا اگاتا ہوا تکلم
بجھے بجھے سے نصیب تاروں میں
جگمگاتی بشارتیں بانٹتی

وہ پیشانی درخشاں [۵۹]

مذکورہ بالا اشعار جلیل عالی کی نظم "ﷺ" سے لیے گئے ہیں۔ اس نظم میں شاعر نے نبیؐ کی سیرت کے نقوش کو خوبصورتی سے اُجاگر کیا ہے۔ سیرت رسول ﷺ کی عکس بندی کہہ لیں سیرت رسول ﷺ کی ذات کی جھلکیوں کا نام دے دیں یا وسیع معانی یا مفہوم میں مدحت رسول ﷺ بول دیں منفرد اور اچھوتا انداز و بیان ہے۔

نعتیہ نظموں کے موجود طویل نعتیہ نظم "نور نہا یا رستہ" "ننانوے اشعار پر مشتمل ہے۔ اس نعتیہ نظم میں گیارہ بند ہیں اور ہر بند میں نو نو شعر ہیں جو عشق رسولؐ کے جذبات سے بھری ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں امین راحت چغتائی لکھتے ہیں:

"انھوں نے ننانوے اشعار کی نعت نما مناجات میں حضورؐ کے متعین کردہ رستے کے اتنے پہلو اُجاگر کر دیءے ہیں کہ قدم قدم پر فکر و نظر کے چراغ جل اُٹھے ہیں۔" [۶۰]

روحِ لغات کے عنوان سے جلیل عالی کے نعتیہ مجموعے میں نظمیہ نعت شامل ہے۔ یہ نعتیہ کلام جلیل عالی کی نظم "ست برتیہ" کا آخری حصہ ہے جس میں نبی پاکؐ کی ذات اقدس کو انوکھے اسلوب سے بیان کیا ہے۔ الفاظ کا مختصر چناؤ مگر بامعنی افکار کی تفہیم کا باعث بنا ہے۔ اس نظم میں فنی اور فکری باریکی کا تجزیہ کیا جائے تو یہ نظم اسلوب کی سطح پر ایک کمال نمونہ ہے۔ یہ نعت اپنے معانی اور مفاہیم کے لحاظ سے عقیدت، محبت، احترام اور سہل ممتنع کی مکمل نشانی ہے۔

اگر ہم اسی نظم کو "ست پرتیہ" نظم کے فکری زاویے سے دیکھیں تو یہ فرمودات، تسلیمات اور تعمیلات کی طرف روشن اشارہ ہے۔

جلیل عالی کی نعتیہ نظمیں اُن کی پختہ فکر اور نبی محترمؐ سے گہری اور مضبوط وابستگی کا بیان ہیں۔ اسلامی عقاءد کی تکمیل کے لیے نبی مکرمؐ کے ساتھ محبت کا جذبہ رکھنا اور اُنھی کو سرمایۂ حیات ماننا بہت ضروری ہے۔ جلیل عالی کی ایک نعت " "میں آپؐ کے سراپے میں اُن کی سیرت کی مختلف جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ جلیل عالی نے نبیؐ کی سیرت اور سراپا مکمل ایک نعت میں ساتھ ساتھ بیان کیا ہے۔ سراپا اور سیرت کے امتزاج سے شاعری میں حسن اور خوب صورتی پیدا کر دی ہے۔

بقول شاعر جلیل عالی:

وجود اور ماورا کو\
اک دوسرے میں پہنچاتی نگاہیں\
ہوا سے رفتار کے توازن کا\
بھید کہتا ہوا خرامِ موزوں [۶۱]

حوالہ جات

۱۔ جلیل عالی،نور نہایا رستہ (راولپنڈی: حرف اکادمی،۲۰۱۸ء)، ص ۵۵۔
۲۔ ایضاً، ص ۷۷۔
۳۔ ایضاً، ص ۲۳۔
۴۔ ایضاً، ص ۳۰۔
۵۔ ایضاً، ص ۳۱۔
۶۔ ایضاً، ص ۲۷۔
۷۔ ایضاً، ص ۲۶۔
۸۔ ایضاً، ص ۳۲۔
۹۔ ایضاً، ص ۳۳۔
۱۰۔ ایضاً، ص ۳۳۔
۱۱۔ بخیہ گری دل کی www.jehanpakistan.pk
۱۲۔ خاکسار کے نعتیہ مجموعہ www.facebookadbi
۱۳۔ نور نہایا رستہ کا شاعر www.jehanpakistan.pk
۱۴۔ جلیل عالی، نور نہایا رستہ (راولپنڈی: حرف اکادمی،۲۰۱۸ء)، ص ۳۲۔
۱۵۔ بخیہ گری دل کی www.jehanpakistan.pk
۱۶۔ جلیل عالی، نور نہایا رستہ (راولپنڈی: حرف اکادمی،۲۰۱۸ء)، ص ۸۲۔
۱۷۔ ایضاً، ص ۳۱۔
۱۸۔ بخیہ گری دل کی www.jehanpakistan.pk
۱۹۔ جلیل عالی، نور نہایا رستہ (راولپنڈی: حرف اکادمی،۲۰۱۸ء)، ص ۵۰
۲۰۔ نوید ازہر، نور نگر کا راہی محمد جلیل عالی مشمولہ کریسنٹ (۲۰۱۹۔۲۰)
۲۱۔ جلیل عالی، نور نہایا رستہ (راولپنڈی: حرف اکادمی،۲۰۱۸ء)، ص ۱۲۔
۲۲۔ ایضاً۔
۲۳۔ ایضاً، ص ۳۵۔

۲۴۔ ایضاً، ص۔

۲۵۔ ایضاً، ص۴۹۔

۲۶۔ جلیل عالی،خواب دریچہ (راولپنڈی: گندھارا ہکس خالدہ سردار پلازہ سید پور روڈ، ۱۹۸۵ء)، ص۱۹۔

۲۷۔ جلیل عالی،نور نہایا رستہ (راولپنڈی: حرف اکادمی، ۲۰۱۸ء)، ص۳۵۔

۲۸۔ ایضاً، ص۴۹۔

۲۹۔ ایضاً، ص ۶۴۔

۳۰۔ ایضاً، ص۴۵۔

۳۱۔ ایضاً۔

۳۲۔ ایضاً۔

۳۳۔ جلیل عالی،خواب دریچہ (راولپنڈی: گندھارا ہکس خالدہ سردار پلازہ سید پور روڈ، ۱۹۸۵ء)، ص۲۱۔

۳۴۔ ایضاً۔

۳۵۔ منظر نقوی "شوق ستارہ" مشمولہ ماہ نامہ غنیمت ج۱۲، ش۹، (ستمبر ۲۰۰۱ء) ص۱۰۔

۳۶۔ جلیل عالی،نور نہایا رستہ (راولپنڈی: حرف اکادمی، ۲۰۱۸ء)، ص۳۵۔

۳۷۔ ادیب سہیل " جلیل عالی کے شوق ستارہ پر اایک نظر" مشمولہ آنندہ ج ۴۰، ش ۱۵، (اگست تا اکتوبر ۱۹۹۹ء) ص ۱۴۲۔

۳۸۔ افتخار عارف، "جلیل عالی" مشمولہ ماہ نامہ بیاض ج۹، ش۴، (۲۰۰۱ء) ص۴۸۔

۳۹۔ جلیل عالی،شوق ستارہ (اسلام آباد: گوار پبلشرز پرائیویٹ لمیٹیڈ گنزہ سنٹر بلیو ایریا، ۱۹۹۸ء)، ص۱۰۔

۴۰۔ نذیر تبسم (ڈاکٹر) "تخلیقی حسیات کا رمز آشنا" مشمولہ ماہ نامہ سیارہ، ج۴۷، ش۴، ۳ (جنوری تا مارچ ۲۰۱۰ء) ص ۲۰۳۔۲۰۴۔

۴۱۔ جلیل عالی،نور نہایا رستہ (راولپنڈی: حرف اکادمی، ۲۰۱۸ء) ، ص۳۸۔

۴۲۔ ایضاً، ص ۶۲۔

۴۳۔ ایضاً، ص ۴۲۔

۴۴۔ ایضاً، ص۴۹۔

۴۵۔ ایضاً، ص ۵۲۔

۴۶۔ ایضاً، ص ۶۸۔

۴۷۔ نوید ازہر، نور نگر کا راہی محمد جلیل عالی مشمولہ کریسنٹ (۲۰۱۹۔۲۰)۔

۴۸۔ ایضاً، ۴۵۔

۴۹۔ جلیل عالی، عرض ہنر سے آگے (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز ۲۰۰۷ء)، ص ۲۸۔

۵۰۔ ایضاً، ص ۳۹۔

۵۱۔ انور مسعود، جلیل عالی کا خواب دریچہ مشمولہ تقریب (اسلام آباد: گوار پبلشرز، ۱۹۹۷ء)، ص ۱۳۴۔

۵۲۔ جلیل عالی، نور نہایا رستہ (راولپنڈی: حرف اکادمی، ۲۰۱۸ء)، ص ۳۵۔

۵۳۔ ایضاً۔

۵۴۔ مسعود حسن رضوی "جلیل عالی غزل میں ایک توانا آواز" روزنامہ نوائے وقت، (لاہور) ۱۳۱ اکتوبر ۱۹۷۶ء۔

۵۵۔ جلیل عالی، نور نہایا رستہ (راولپنڈی: حرف اکادمی، ۲۰۱۸ء)، ص ۸۵۔

۵۶۔ ایضاً، ص ۸۴۔

۵۷۔ ایضاً، ص ۹۹۔

۵۸۔ ایضاً، ص ۹۹۔

۵۹۔ ایضاً، ص ۴۳۔

۶۰۔ ایضاً، ص ۱۵۔

۶۱۔ ایضاً، ص ۴۳۔

ماحصل

ماحصل

ادب تمام شعبہ ہائے زندگی میں ادب اپنی مخصوص اُٹھان سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ یہ ایک گھنا درخت ہے جس کی شاخیں حیات کے موضوعات کی ترجمانی کرتی ہیں۔ شاعری ہو یا نثر کا میدان وقت کے ساتھ انسانی کاوش سے جدت لیے ہوئے ہے۔ اور اپنے اندر بلا کی وسعت کو سموئے ہوئے ہیں۔ اہل قلم اپنی صلاحیت کے بل بوتے پر اپنی کیفیات، اندرونی اور بیرونی جذبات کو قرطاس کی زینت بنا دیتا ہے۔ قلم سے نکلنے والے روشنی کے یہ قمقمے صاحب قلم کی عمیق افکار کو نہ صرف پہنچاتے ہیں بلکہ اس کی زندگی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ادب نے وقت کے ساتھ ساتھ ترقی کے تمام مراحل طے کیے ہیں۔ شعری ادب کی ہر شاخ اپنی مزین اور منفرد طرزِ تحریر کی وجہ سے مقبول عام رہی ہے۔ خاص طور پر نعتیہ شاعری خاص ہیئت کی وجہ سے پہچانی جاتی ہے۔ نعتیہ شاعری میں عقیدت اور مدحت کا عنصر غالب ہوتا ہے۔ اردو میں نعت گوئی کی درخشاں روایت موجود ہے۔ اردو کے ابتدائی شعرا میں خواجہ بندہ نواز گیسو دراز، قلی قطب امیر خسرو اور سراج اور نگ آبادی جدید دور کے شعرا میں الطاف حسین حالیؔ، حفیظ جالندھریؔ، حفظ تائب، اور دور حاضر کے نعتیہ شعرا میں طاہر صدیقی، بیزاد لکھنوی، اور ماہر قادری ہیں۔ جلیل عالی کا نام دور حاضر کے نمائندہ شعرا میں آتا ہے۔ اُن کی شاعری کا اہم وصف ہی مدحت رسول ﷺ ہے۔ بحیثیت شاعر ایک خاص مقام رکھتے ہیں اور شعری ادب میں اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھاتے نظر آتے ہیں۔ تخیل کے باغیچے میں اعلیٰ افکار کے کھلتے ہوئے پھولوں کو شعری قالب میں ڈھالنا جلیل عالی کی شعری صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جلیل عالی کی پختہ افکار کی جڑیں فطری زندگی سے منسلک ہیں اُن کی شاعری حیات کے موضوعات کی ترجمان ہے۔ اور مذہب زندگی کا اہم موضوع ہے۔

زندگی وہ سفر حیات ہے کہ رضائے عشقِ رسول میں ڈوب کر حاصل ہوتی۔ جلیل عالی کا دل عشق رسول ﷺ سے منور ہے۔ عہد جدید میں سائنسی ایجادات کا زور بروز ارتقا انسانی افکار میں مادیت پسندی کے فروغ کا باعث بنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل قلم مجبور ہیں کہ انسان کو اُس کے اصل وے روشناس کروائیں اور ہمیں اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ بارگاہ ررسولؐ سے تعلق اور عقیدت انسانی افکار کی بلندیوں کو سبق دیتی ہے۔ کیونکہ آپؐ کی سیرت اجالوں کا منبہ اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو اُس کی اصل سے جوڑنے کا اہم ذریعہ ہے۔

جلیل عالی اُردو ادب کے میدان میں ایسے پختہ افکار کے مالک ہیں اور فکر و فن کی باریکیوں سے باخوبی آشنا ہیں۔ اُن کی شاعری اُن کی مثبت سوچ کی چھاپ ہے۔ اپنی تہذیبی افکار سے قلبی وابستگی ہی نے انھیں شاعری کے میدان میں ایک منفرد شناخت بخشی ہے۔ جلیل عالی کے تمام مجموعوں میں اُن کی نعتیہ شاعری صاحب فکر قاری کے لیے

اُصول حیات سے آشنائی کا ذریعہ ہے۔

بامقصد حیات انسان کی تخلیق کی بڑی وجہ ہے۔اور بامقصد حیات کی تکمیل کے لیے فلاح کی تمام راہوں سے آشنا ہونا انسان کا اولین فریضہ ہے۔ محمد عربی کا طریقہ حیات فلاح کا اصل راستہ ہے۔ جلیل عالی کے تمام مجموعوں کا آغاز نعتیہ شاعری سے کیا گیا ہے چاہیے وہ غزل ہو یا نظم۔ جلیل عالی نے آغاز میں حمدیہ اور نعتیہ اشعار سے اپنے مجموعوں کا آغاز کیا اُن کو پڑھ کر یہ تاثر ضرور قائم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کی ذات تمام قوتوں کی اصل میں خالق اور نبی کی ذات اقدس انسانوں کی فلاح اور بقا کے لیے مقصد حیات کی تکمیل کے لیے اصل ضابطہ حیات ہے۔

جلیل عالی کی نعت گوئی کی یہ خاصیت ہے کہ اُنھوں نے غللو اور مبالغہ آرائی کی بجائے نبی کی مدحت، تعریف و توصیف کے لیے وہی روش اپنائی جو کہ دین اسلام کے مزاج کے عین مطابق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عجز و انکساری ،حد اعتدال اور اطاعت رسول ﷺ ہر نعتیہ کلام کا وصف خاص ہے۔

جلیل عالی کی نعتیہ غزل فکری اور فنی حوالوں سے جدید تقاضوں کے مطابق ہے۔ ترکیب سازی اور انتخابِ الفاظ سے پوری آشنائی رکھتے ہیں۔ان کی نعتیہ غزل میں تراکیب، تشبیہات، علامت نگاری، استعارات کا استعمال ملتا ہے ۔کی نعتیہ غزل میں فنی باریکیوں کا استعمال معنی کی ترسیل کے لیے موثر انداز سے ہوا۔اِن کی نعتیہ غزل شعر و فن کی نزاکتوں سے مالا مال ہے۔ اُردو شعر و ادب کی تاریخ میں فنی لحاظ سے جلیل عالی ایک رجحان ساز شاعر ہونے کی حیثیت سے خاص مقام رکھتے ہیں۔اِن کے ہاں غیر اضافتی تراکیب کا استعمال مستقل نظر آتا ہے ان کی غزلوں میں غیر اضافتی تراکیب کو بڑے سلیقے سے برتا گیا ہے۔ جلیل عالی کی غزلیہ انداز میں نعت گوئی اُنھیں نہ صرف عہد جدید کے نعت گو شعرا کی صف میں لاتی ہے بلکہ ایک خاص مقام و مرتبہ دلاتی ہے۔جب ہم غزل کی ہیت میں جلیل عالی کی نعت گوئی کا ذکر کرتے ہیں تو اس سلسلے میں آپ کی تمام تر شاعری کا احاطہ کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ کیونکہ آپ کی افکار میں نبی ﷺ کی تعلیمات کا عکس ملتا ہے۔آپ کی شاعری کا تین تہائی حصہ غزلیہ ہیت پر لکھے جانے والے اشعار پر مشتمل ہے۔غزل کی ہیت میں لکھنا آپ کے مزاج کا حصہ ہے۔آپ اپنے افکار کو غزل کے ڈھنگ میں اچھوتے اور منفرد اور کمال انداز میں پیش کرتے ہیں۔غزلیہ انداز بیاں میں اشعار کہہ دینا آپ کی فطری رجحان کا حصہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ آپ نے نبی ﷺ سے اپنے تعلق کو بڑے دلکش انداز میں غزلیہ شاعری کا حصہ بنایا۔آپ نے اپنے "مجموعوں شوق ستارہ"، "خواب دریچہ"، "عرض ہنر سے آگے"، "نور نہایا رستہ" میں غزل کی ہیت میں نعتیہ اشعار کہے ہیں۔

نعت گوئی میں جلیل عالی منفرد حیثیت رکھتے ہیں جو ان کو عہدہ حاضر کے نعت گو شعراء میں ممتاز کرتی ہے۔باقاعدہ نظم نگاری کے فن میں اُن کا تخلیقی سفر مختصر ہے۔یہی وجہ کہ نعتیہ نظم کہنے میں آپ کی تخلیقی کاوش بھی

بتدریج پروان چڑھتی رہی۔ نظم کی ہیت میں جلیل عالی کی نعت معنوی اور لفظی خوبیوں سے مالا مال ہے۔ حقیقی علمی بصیرت، شعور وادراک کی جن خوبیوں کی نعت گوئی متقاضی ہے کماحقہ جلیل عالی کی شخصیت اُن کا خاصا ہے۔

جلیل عالی بلادریغ اپنے خیالات کو اشعار کے سانچوں مین ڈھالنے کی خوبی رکھتے ہیں۔اُن کا نعتیہ کلام معاشرتی اخلاقیات کی اصلاح اور کامیاب معاشرتی ترقی کے لیے زرین اصول کی حیثیت رکھتا ہے۔ نعتیہ کلام ہو یا عمومی جذبات ان کی افکار اصلاح برائے اصلاح ہے۔ جلیل عالی کی شاعری کوئی سی بھی ہو قوس قزع کی صورت رنگ بکھیرتے دکھائی دیتے ہیں۔

اسلامی تہذیبی افکار سے جڑے شعرا نعتیہ کلام کہنے کو باعث شرف سمجھتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ نعتیہ کلام کی صنف پر سبھی اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو بروکار لاکر طبع آزمائی کرتے نظر آتے ہیں۔ جلیل عالی کے ہاں شاعری کے میدان میں تمام مجموعوں میں نعتیہ کلام کے علاوہ باقی شعری مجموعوں میں نعتیہ عناصر جابجا ملتے ہیں۔ جلیل عالی کی شخصیت میں سنجیدگی۔اُن کی شاعری کی پختگی کی بنیادی وجہ ہے۔اُن کی شاعری کے مطالعے سے باخوبی سمجھ آتی ہے کہ شاعر شاعری کو سنجیدہ عمل سمجھتا ہے۔ مطالعے کی شغف کی سبب اُن کا ذہن متنوع افکار کا سمندر ہے۔اُنھوں نے ذہنی بالیدگی کا سفر بتدریج طہ کیا ہے۔

اُردو زبان کی نشوونما میں عربی، فارسی زبان کی گرائمر کے اثرات ملتے ہیں۔بہت کم شعرا نے اُردو زبان میں تجربات کیے ہیں۔ جلیل عالی کی شخصیت ایک رجحان ساز شاعر کی صورت میں شاعری کے افق پر اپنا ایک مقام رکھتی ہے ۔انھوں نے اسما اور افعال کو مصادر کی شکل میں ڈھالا اُردو زبان میں مصادر کی کمی کو پورا کرنے کے کامیاب تجربے کیے۔ جسے شمارنا، اسیرنا، توقیرنا، تطہیرنا اور تعبیرنا شامل ہیں۔

جلیل عالی کی شاعری مجموعی طور پر معاشرتی اصلاح کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہے۔ان کی نعتیہ شاعری اور شاعری میں نعتیہ عناصر سے معلوم ہوتا ہے کہ جلیل عالی نہ صرف اصلاح کی بات کرتے ہیں بلکہ وہ رہنما اُصول بھی پیش کرتے ہیں جو داعی اعظم، محمد عربی، خاتم النبین کے ذریعے حاصل ہوئے۔ شاعری کے میدان میں نعتیہ نظم، غزل ہو یا نظم ،غزل کی ہیئت میں نعتیہ عناصر اسلامی احکامات کے ترویج کا پیش خیمہ ہیں۔

جلیل عالی پر تحقیقی کام کے دوران اُن کی شاعری میں بہت سے ایسے اشعار ملتے ہیں جن میں بہت سے موضوعات پر تحقیقی کام ہو سکتا ہے۔ جلیل عالی کے تمام مجموعوں میں اُن کی شاعری مختلف موضوعات عصری شعور، تہذیبی پہلو، مابعد الطبعیاتی پہلو، وجودی پہلو کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ جلیل عالی کی شاعری میں نعتیہ عناصر کے حوالے سے اپنی طرز کی یہ پہلی تحقیق ہے۔ مستقبل کے محققین کے لیے یہ رہنما ثابت ہو سکتی ہے۔

اسلوبیاتی سطح پر جلیل عالی کے اشعار اُن کا تعارف ہیں۔اُن کے اسلوب میں جدت،تازگی انوکھا پن صاف نظر آتا ہے۔ عصری شعور ہو یا تہذیبی شعور اُن کی شاعری منفرد لب ولہجہ اور انداز رکھتی ہے۔

کتابیات

کتابیات

احمد،اشفاق۔ جلیل عالی کی شاعری کا فنی مطالعہ ۔ پشاور: مقالہ برائے ایم فل،علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی ۲۰۱۲ء۔

احمد،شبیر سید۔ اللولو مرجان ۔لاہور: الفیصل ناشران تاجران کتب غزنی سٹریٹ اُردو بازار۔

احمد،افضال۔ اُردو نعت کا ہیتی مطالعہ۔لاہور مقالہ برائے پی۔ایچ۔ڈی اُردو،پنجاب یونی ورسٹی۔

احسن،عزیز۔ نعتیہ شاعری کےے شرعی تقاضے۔کراچی: نعت ریسرچ سنٹر بی، بلاک،۲۰۱۹۔

ادبیات،سہ ماہی،احمد ندیم،لاہور: شمارہ مسلسل نمبر۱۵،۱۴،۱۳،۱۹۹۹۱۔

اشفاق،رفیع الدین۔ اُردو میں نعتیہ شاعری ۔ کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ،۱۹۷۶ء۔

اعجاز،خاور۔ لفظ مختصر سے مرے۔ اسلام آباد: شاخسار پبلشرز،۲۰۱۵۔

اقبال،علامہ۔ بانگِ درا ۔دہلی: کتبخانہ حمیدیہ گڑھیا اسٹریٹ،۱۹۹۰۔

اقبال،علامہ۔ بالِ جبریل ۔لاہور: تاج کمپنی لمٹیڈ برانڈرتھ روڈ،۱۹۳۵ء۔

اکبر آبادی،سرور۔ تفہیم البلاغت ۔کراچیمکتبہفرید یاردو کالج،۱۹۷۴ء۔

آئندہ،سہ ماہی، محمود واجد، کراچی: شمارہ نمبر ۱۵۔

بی بی،حلیمہ ۔ نعتیہ شاعری کے فروغ میں جریدہ"نعت رنگ" کی خدمات۔ پشاور: مقالہ برائے ایم فل اُردو،ہزارہ یونی ورسٹی مانسہرہ۔

تشکیل،سہ ماہی،احمد ہمیش، کراچی: شمارہ۱۸۔۱۹، جلد جولائی تا دسمبر،۱۹۹۵ء۔

حسین،الطاف۔ کلیات حالی ۔ دہلی: جدید کتاب گھر،۱۹۶۰ء۔

حفیظ،ابواثر۔ شاہنامہ اسلام ۔ لاہور: لالہ گوپال داس مینجر مرکنٹائل پریس،۱۹۳۳ء۔

چہار سو،ماہنامہ،سید ضمیر جعفری،راولپنڈی: شمارہ جولائی،اگست، جلد۹،۲۰۰۹ء۔

رحمانی، صبیح ۔اُردو نعت کی شعری روایت ۔ کراچی: بازیافت،۲۰۱۶ء۔

رضوی،سعادت علی ۔ مجلس اشاعت کی دکنی مخطوطات ۔ حیدر آباد: ادارہ ادبیات،۱۹۳۸ء۔

رضوی، برق۔اُردو کی نعتیہ شاعری ۔بہار: دانش اکیڈمی مکی محلہ،۱۹۷۴ء۔

سنبل،سہ ماہی، علی فرشی، راولپنڈی، شمارہ مسلسل نمبر۴،۳،جون ۲۰۰۸ء۔

سیارہ، ماہنامہ، طاہر شادانی، لاہور:۔ شمارہ نمبر ۵، ۴۔

شعیب، محمد ۔اسلامی نعتیہ شاعریاور شاہ ولی اللہ۔لاہور اکیڈمی نوری سٹریٹ نمبر ۱/۸ بلال گنج

۱۹۹۱ء۔

ظفر علی، مولانا۔ نگارستان ۔ لاہور: پبلیشرز یونائیٹڈ چوک انار کلی، ۲۰۰۰ء

ظفر علی، مولانا۔ بہارستان ۔ لاہور :اُردو اکیڈمی پنجاب، ۱۹۳۷ء۔

عالی، جلیل۔ شوق ستارہ ۔ اسلام آباد: گوار پبلشرز پرائیوٹ لمیٹیڈ، ۱۹۹۸ء۔

عالی، جلیل۔ خواب دریچہ ۔ راولپنڈی: گندھارا بکس خالدہ سردار پلازہ سید پور روڈ، ۱۹۸۵ء۔

عالی، جلیل۔ عرض ہنر سے آگے ۔ اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء۔

عالی، جلیل۔نور نہایا رستہ ۔ راولپنڈی: حرف اکادمی، ۲۰۱۸ء۔

علی، سید حیدر۔نظم طباطبائی ۔دہلی: فالکن کیفے بالستی کھیپ دار الشفاء۔

غنیمت، ماہنامہ، زمان کنجاہی، لاہور: شمارہ نمبر ۹، ۲۰۰۰ء۔

فتح پوری، فرمان۔ اُردو کی نعتیہ شاعری ۔ کراچی: حلقہ نیاز نگار، ۱۹۴۷ء۔

فردوس، تنظیم ۔اُردو کی نعتیہ شاعری میں مولانا احمد رضا خان کی انفرادیت

واہمیت۔ کراچی: مقالہ پی۔ ایچ۔ ڈی اُردو، جامعہ کراچی، ۲۰۰۳ء۔

فنون، سہ ماہی، احمد ندیم قاسمی، لاہور: شمارہ نمبر ۲۵، نومبر دسمبر ۱۹۸۴ء۔

القرآن الکریم۔

لکھنوی، بہزاد۔کنز الایمان۔لاہور: مطبوعہ اردو اکیڈمی، ۱۹۳۴ء۔

مجید، ریاض۔اُردو نعت۔لاہور: مقالہ برائے پی۔ ایچ۔ ڈی اُردو، جامعہ پنجاب۔

مسعود، انور۔ تقریب ۔ لاہور: گوار پبلشرز ۱۹۹۷ء۔

مشاہد، حسین۔ مفتی اعظم ہند کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی مطالعہ۔ مہاراشٹر :اٹھوڑہ یونی ورسٹی، ۲۰۱۵ء۔

ندوی، سلیمان۔ مقدمہ مسدس حالی ۔دہلی: انجمن ترقی اُردو ہند، ۱۰۱۸ء۔

نرنگ خیال، ماہنامہ، سلطان رشک، راولپنڈی، شمارہ ۳۰ جلد ۶۲ ۱۹۸۶ء۔

نقوی، محسن۔ ردائے خواب ۔لاہور بہاول پور روڈ، ۱۹۸۵ء۔

وارثی، مظفر۔ باب حرم ۔ لاہور: ماورا پبلشرز بہاول پور روڈ ۱۹۸۴ء۔

وجہی، ملاء۔ قطب مشتری ۔ نئی دہلی: انجمن ترقی ہند اُردو، ۱۰۱۸ء۔

یوسف، صلاح الدین۔ ریاض الصالحین ۔لاہور: دار اسلام۔